رسالہ روح من امر ربی

ایک مفید کتاب لاجواب بیان روح و دیگر مسائل

الموسوم

بہ

حقیقت روح انسانی

ترجمہ

اجوبۃ الغزالیہ فی مسائل الاخرویہ [illegible]

مصنفہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ از عربی زبان

[illegible]

جناب فخر نواب منشی شاہ دین صاحب [illegible]

[illegible] ۱۳۱۲

[illegible] دار الکتب

فہرست مضامین [illegible]

صفحہ	خلاصہ مضمون
۲	[illegible]
۵	سوال وجواب [illegible]
۵	" " نفخ روح
۶	" " سبب نزول
۷	" " فیض
۸	فصل در بیان حقیقت روح
۹	روح جوہر ہے عرض نہیں
۱۱	جزء لایتجزی کے بطلان کی دلیل
۱۲	فصل جسم کے ساتھ روح کا تعلق وغیرہ و دیگر مسائل ارواح
"	سوال وجواب در بیان نسبت جوہر و تعلق روح کا بدن سے
"	روح جہت [illegible] سے پاک ہے
"	در بیان مسائل متعلقہ روح
"	بیان قدرت اللہ تعالیٰ بلا تشبیہ
۱۸	سوال وجواب در بیان نسبت روح
۱۹	" معنی قل الروح من امر ربی بعالم امر و عالم خلق
۲۱	" در بیان پیدا ہونے ارواح کو بدنوں کے ساتھ
۲۲	" حالات ارواح بعد الگ ہونے بدن سے اور ان کے اختلاف کا سبب
۲۵	فصل بیان معنی خلق اللہ آدم علی صورتہ
۲۶	سوال وجواب در بیان معنی صورت
۲۸	" در بیان معنی من عرف نفسہ فقد عرف ربہ
۲۹	" معنی نسبت [illegible] آدم [illegible] و دیگر [illegible] بہشت
۳۲	در بیان [illegible] وقسم

صفحہ	خلاصہ مضمون
[illegible]	در بیان [illegible] نافع و مطلق
۳۹	فصل [illegible] اور قیامت میں دوبارہ [illegible]
۴۰	فصل [illegible] بیان [illegible]
۴۲	فصل در بیان حساب
۴۳	" " شفاعت
۴۶	در بیان پل صراط
۴۹	فصل [illegible] اور دن آخرت [illegible] ایمان [illegible]
۵۳	فصل [illegible]
۵۹	فصل در بیان عذاب [illegible]
۶۲	[illegible] کا بیان
۶۵	فصل در بیان [illegible]
۶۷	[illegible]
۶۹	فصل در بیان دیدار حق تعالیٰ [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم خواب میں
۷۱	بیان معنی من رآنی فی المنام فقد رآنی
۷۲	بیان فرق شکل و مثال
۷۳	اللہ تعالیٰ کے [illegible] شکل [illegible] مثال ہیں
۷۶	[illegible] کی صورت [illegible] متمثل ہونا
۷۸	فصل در بیان [illegible] عذاب قبر
۷۹	بیان [illegible] دوبارہ زندہ ہونا قیامت میں
۸۰	تذکرہ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی صاحب [illegible] کتاب [illegible] اثبات [illegible] الہام
۸۲	[illegible] غیرہ

قل الروح من امر ربی

[illegible] کتاب الجواب در بیان روح و دیگر رسائل [illegible]

[illegible]

حقیقت روح انسانی

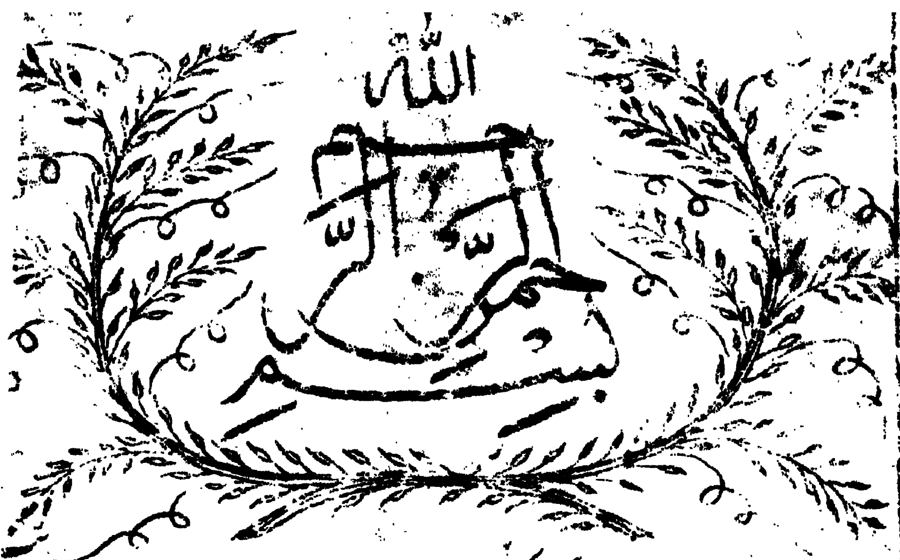
[illegible] حل مسائل [illegible]

[illegible] رحمۃ اللہ علیہ [illegible]

[illegible] دین [illegible]

[illegible] اضافہ عبارت و فصل شرح [illegible]

در مطبع ابو العلائی [illegible] آباد [illegible]



[illegible] کو ہم کو عقل کا بخشنے والا اور حواس [illegible] جو اشیا
اور [illegible] ہیں ان کے ادراک کا ہمارے بدن کو آراستہ بنانے والا اور اس دل کو وسیلہ
[illegible] ملکوت میں جولان کرنا اور علوم نافعہ اور [illegible] استنباط کا [illegible]
[illegible] عقل اور قلب کو نور کی زیادتی اور نفس امارہ کے [illegible]
[illegible] یہ بھی مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے محاسن [illegible]
[illegible] اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] کی طرف میلان [illegible]

[illegible] کا محل قلب ہے عقل [illegible]
[illegible] اطلاق [illegible] قلب [illegible]
[illegible] دم سینے کے بائیں جانب [illegible] قوت [illegible]
[illegible] نفس ناطقہ پر بھی قلب کا اطلاق آتا ہے جس کو [illegible]
[illegible]
[illegible] کو کہتے ہیں لیکن خاص [illegible] میں کہ یہ متصف [illegible]

حافظ اور مددگار رہے۔ اما بعد مسکین مفتی شاہ دین ابن حضرت شیخ محکم الدین صاحب چک مغلانوی پرگنہ نکودر ضلع جالندھر عفی اللہ تعالیٰ عنہما وعن اقاربہما وسائر المسلمین حضرات سالکین طریقت کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اتفاقاً ایک رسالہ موسوم بجل مسائل غامضہ مصنفہ حضرت رئیس العلما حجۃ الاسلام محمد ابو حامد امام غزالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان روح و دیگر مسائل مشکلہ میں اس ناکارۂ خلایق کے ہاتھ لگا جب وہ دیکھا گیا تو ایسے مسائل اسمیں نظر آئے کہ کسی عالم نے وہ بیان نہیں فرمائے اور نہ کسی فاضل کے زیر قلم آئے چونکہ وہ رسالہ عربی زبان میں تھا اور عام لوگوں کا فہم اُس کے سمجھنے سے قاصر اس لئے بنظر افادۂ عام اس عاجز نے اُسکو اُردو زبان میں ترجمہ کیا اور اکثر حواشی جدیدہ سے اُسکے مضامین کی توضیح بھی کر دی بعد تتبع کتب احادیث کے ہر حدیث کے مخرج کا حوالہ حاشیہ پر لکھدیا اور اِسکا نام (حقیقت روح انسانی رکھا)۔ اب اُمید حضرات ناظرین سے یہ ہے کہ جب اِس رسالہ سے فائدہ اُٹھائیں اس مسکین کو دعاے خاتمہ بالخیر سے یاد فرمائیں سے سبھی بزرگوں کی خدمت میں عرض ہے کامل، دعاے خیر سے عاجز کو یاد شاد کریں، من اللہ التوفیق وعلیہ التکلان

حاشیہ صفحہ ۴: ذمیمہ اور شہوات کے تابع ہو جاے اور جسوقت نفس ناطقہ کو معارضہ شہوات سے اضطراب زایل اور حکم الٰہی کے ماتحت حصول اطمینان ہو نفس مطمئنہ کہتے ہیں اور جب اضطراب اسکا بالکل زایل نہو لیکن نفس شہواتیہ یعنی نفس امارہ کے مدافع ہو نفس لوامہ کہتے ہیں غرض کہ روح ہی کو بلحاظ حالات مذکورہ نفس مطمئنہ اور لوامہ اور امارہ کہا کرتے ہیں ۱۲ منہ مفتی شاہ دین عفی عنہ

بعد تسمیہ و تحمید کے فرمایا ابو حامد محمدؐ امام غزالی بن محمدؐ الغزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ
سائلوں نے مجھہ سے چند سوال جو اہلوں کے لایق اور نا اہلوں سی بچائے گئے
تھے دریافت کئے جب میں نے اُن میں ہدایت کے آثار اور سمجھہ کے علامات
دیکھے تو اُنکے التماس کو قبول کیا اور اللہ تعالےٰ سے توفیق مانگی کہ وہ
بندوں کا جمع کرنے والا اور نیک طریقہ کا ہدایت کرنے والا اور
بندوں پر مہربان ہے ۔ پس سائلوں نے سوال کیا کہ کیا
معنی ہیں آیت فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُوْحِی فقعوا لہٗ سٰاجدین
کے میں نے جواب دیا کہ محل جو روح کے قابل ہو اُس میں تاثیر کرنیکو
تسویہ کہتے ہیں وہ محل صفائی اور اعتدال کے ساتھ آدم کے حق میں
مٹی اور اس کی اولاد کے حق میں نطفہ ہی کیونکہ محض خشک چیز آگ
کو قبول نہیں کرتی جیسا کہ مٹی اور پتھر اور نہ محض رطب یعنی تر چیز آگ کو
قبول کرے جیسا پانی بلکہ آگ تو مرکب کر ساتھ متعلق ہوتی ہی نہ ہر مرکب سے
جیسا کہ کیچڑ اسمیں آگ شعلہ نہیں پکڑتی بلکہ اسکو ترکیب خاص چاہیئے اور وہ
خاص ترکیب یہ ہی کہ کثیف مٹی کو پیدایش کے کئی طوروں میں بدلا جاوی یہانتک
کہ وہ مٹی لطیف روئید گی یعنی انگوری بنجاوی تب اسمیں آگ شعلہ پکڑی ایسا ہی اللہ تعالےٰ
مٹی کو ایک کے پیچھے کئی طوروں میں بدلتا ہی یہانتک کہ وہ روئید گی بنتی ہے پھر اسکو
آدمی کہاتا ہی پھر وہ خون بنی ہی پھر قوت مغیرہ مرکبہ کہ ہر حیوان میں رکھی گئی ہی اس
خون میں سی خالص خون کو جو اعتدال سے بہت قریب ہوتا ہی چھانٹ لیتی ہی تب وہ

خالص خون نطفہ بنجاتا ہو اُسکو عورت کا رحم قبول کرتا ہو اُسمین جب منی عورت
کی ملتی ہو تو اعتدال زیادہ بڑہجاتا ہو پہر عورت کا رحم یعنی بچہ دان اُسکو اپنی حرارت
سے پکاتا ہو تب اُسمین مناسبت زیادہ ہوجاتی ہو یہانتک کہ صفائی اور
اعتدال مین باہمی نسبت اجزا کی نہایت کو پہنچتی ہو پہر وہ روح کے قبول کرنے
اور اُسکے تہامنے کے قابل ہوجاتا ہو جیسا کہ روغن پی ہوئی بتی شعلہ کو قبول کرنے
اور اُسکے تہامنے کی مستعد ہوتی ہو اور نطفہ اعتدال اور صفائی کے پورا ہونیکے
وقت روح کے تہامنے اور اُسکی تدبیر اور تصرف کا مستعد ہوتا ہو۔ پہر
اُسمیں اللہ تعالی جوّاد کی طرف سے فیضان روح کا ہوتا ہو کہ وہ ہر مستحق کو بقدر
استحقاق اور ہر مستعد کو بقدر لیاقت بغیر انکار اور بخل کے فیض بخشنے والا ہو
پس تسویہ سے یہ ہی افعال مراد ہین کہ اصل نطفہ کو کئی طوروں میں بدل کر
صفائی اور اعتدال کی خاص† صفت میں پہنچاتے ہیں۔
پہر اُن سائلوں نے نفخ کے معنی دریافت کئے۔ مینے
جواب دیا کہ نفخ سے روح† کے نور کا نطفے کی بتی میں روشن ہونا

† یہاں خاص صفت سے وہ صفت مراد ہے جس سے نطفہ فیضان روح کے قابل ہوتا ہے۔

† روح کے لفظ کا اطلاق کئی معنو پر آتا ہو روح انسانی یعنی نفس ناطقہ۔ روح حیوانی۔ روح نفسانی۔ روح نباتی۔ قرآن شریف۔ وحی۔ فرشتہ عظیم الخلقت۔ حضرت عیسی۔ جبرئیل وغیرہ یہاں معنی اول یعنی نفس ناطقہ مراد ہے۔ اور اس رسالہ مین بھی مقصود بالبحث

مراد ہے۔ نفخ کے لئے صورت ہے اور ایک نتیجہ صورت تو یہ ہے کہ پھونکنے
والے کے اندر سے اُس چیز کی طرف جسکو پھونک رہا ہے ہوا کا نکلنا مثلاً
جو لکڑی آگ کے قابل ہے جل اُٹھے نفخ جل اُٹھنے کا سبب ہے اور یہ نفخ
یعنی پھونکنے کی صورت جو سبب ہے اللہ تعالیٰ کی ذات میں محال ہے اور
مسبب یعنی نتیجہ محال نہیں اور کبھی سبب سے مجازاً وہ فعل مراد ہوتا ہے
جو سبب سے حاصل ہوتا ہے اگرچہ وہ فعل جسکو دوسرے معنی میں استعمال
کیا ہے اُسکی صورت پر نہو جیسا کہ قولہ تعالےٰ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
اور قولہ تعالےٰ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ صورت غضب کی غصہ والے
میں ایک قسم کا تغیر ہے جس سے ایذا حاصل ہوتی ہے اسکا نتیجہ مغضوب
علیہ کو یعنی اُس چیز کو جسپر غصہ کیا گیا ہے ایذا دینا یا ہلاک کرنا ہے سو
غضب سے نتیجہ غضب مراد ہے اور انتقام سے نتیجہ انتقام ایسا ہی یہاں نفخ سے نتیجہ نفخ مراد ہے اگرچہ نفخ یعنی پھونکنے کی صورت
پر نہو۔ پھر مجھ سے سوال کیا کہ نطفہ کی بتی میں جو روح کا نور روشن ہوا ہے اسکا
سبب کیا ہے مینے جواب دیا کہ وہ ایک تو فاعل میں صفت ہے اور ایک
قابل میں پس جو فاعل میں صفت ہے اُس سے خدا تعالےٰ کی بخشش
مراد ہے جو منبع وجود ہے اُس سے ہر قابل کو وجود عطا ہوتا ہے اِس صفت کو

حاشیہ

ہے یعنی روح انسانی یعنی نفس ناطقہ ہی کی بحث یہاں مقصود ہے کیونکہ یہی ادراک کنندہ ہے اور اسیکی اصلاح سے
قرب وجوار رب العالمین جل جلالہ کا رتبہ حاصل ہوتا ہے ۱۲ منقش شاہ دین سلمہ ربہ

قدرت سے تعبیر کرتے ہیں اسکی مثال ایسی ہی جیسا کہ سورج کی روشنی حجاب کے دور ہونے کے وقت اُن چیزوں پر جو روشنی کے قابل ہیں پڑتی ہی پس جو چیزیں روشنی کے قابل ہیں وہ رنگدار چیزیں ہیں ہوا نہیں ہی کہ جسکا کچھہ رنگ ہی نہیں - قابل کی صفت سے استوا اور اعتدال مراد ہی جو صفائی سے حاصل ہوتا ہی جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا سَوَّیتُہٗ قابل کی صنعت کی مثال ایسے کی صیقل جیسی ہی کہ جب آئینہ کو زنگار ڈہانپ لیتا ہی تو صورت کو قبول نہیں کرتا اگرچہ صورت اسکے مقابل ہی ہو جب کہ صیقل گرنے اُسکو صیقل کردیا تو جیسے اُسمیں صفائی حاصل ہوتی ہی ویسی ہی صورت دکھائی دیتی ہی ایسا ہی جب نطفے میں استوا اور اعتدال حاصل ہوجاتا ہی تو خالق کی طرف سے اُسمیں روح پیدا ہوجاتی ہی اور خالق میں کچھہ تغیر نہیں ہوتا بلکہ روح اب پیدا ہوئی نہ کہ آگے کیونکہ محل کو اب اعتدال حاصل ہوا آگے نہیں تہا جیسا کہ آئینہ مقابل ہی صورت والے کا عکس وہاں پڑتا ہے اور صورت والے میں کچھہ تغیر نہیں ہوتا اور صیقل کرنے سے پہلے جو یہ عکس نہ تہا تو اسکا یہ سبب نہیں کہ صورت کو آئینہ میں منقش ہونے کی استعداد نہی بلکہ آئینہ ہی صاف نتہا کہ عکس قبول کرتا - پہر مجہہ سے سوال کیا کہ فیض کیا چیز ہی - مینے جواب دیا کہ فیض سی جیسا کہ فیضان پانی کا برتن سی ہاتہ پر ہوتا ہی ایسا نہیں سمجہنا چاہیئے کیونکہ پانی کا فیضان تو یہ ہے کہ پانی کے اجزا برتن سے

الگ ہو کر ہاتہ کے ساتہ متصل ہوی بلکہ وہ فیضان نور آفتاب کے شعاع
ہر جو دیوار پر پڑتا ہی بعضوں نی اسمیں ہی غلطی کہائی ہی جو کہتے ہیں کہ سورج
سے شعاع الگ ہو کر دیوار پر پڑ کر پہیل جاتی ہی سو یہ اُنکی بہول ہی بلکہ سورج
کے نور سے دیوار پر ایسی شئی پیدا ہوتی ہی کہ وہ نور کے ساتہ نورانیت میں
مشابہ ہوتی ہی اگرچہ اُس سی ضعیف ہی ہو جیسا کہ صورت والیکا عکس جو
آئینہ میں پڑتا ہی اِسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ صورت والے کے اجزا اُس سے
الگ ہو کر آئینہ کے ساتہ متصل ہوں بلکہ یہ معنی ہیں کہ صورت والے کی
صورت سے ایک ایسی صورت جو اُسکے مشابہ ہوتی ہی آئینہ میں پیدا ہو جاتی
ہی اصل صورت میں نہ تو اتصال ہوتا ہی نہ انفصال محض سببیت ہی ایسا
ہے جو چیزیں وجود کے قابل ہیں بخشش الٰہی اُنمیں انوار وجود کے پیدا
ہونے کا سبب ہی جسکو فیض کہتے ہیں۔

فصل پہر سائلوں نی سوال کیا کہ آپ نے تسویہ اور نفخ کا تو ذکر کیا اب روح[+]

[+] روح کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں بعض مشائخ چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور انکے سوا بعض نے اسمیں کلام ہی نہیں کی اور یہ کہا ہی کہ ہم موجود کے سوا اور زیادہ کچہہ تعبیر نہیں کرتے کیونکہ اس میں کلام کرنیکا حکم نہیں اسلئے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نی اِس میں کلام نہیں کی معترض اِس میں کہہ سکتا ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی الروح من امر ربی کی سوا نہ بیان فرمانے سے یہ نہیں لازم آتا کہ اِس میں کلام کرنی منع ہو یا اسکی حقیقت تمام اولیاء کرام پر نہ کہلے یا صاحبان لیاقت اور فہم وفراست پر اسکی حقیقت بیان نہ فرمائی جاے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے

کی حقیقت بھی بیان فرمائیے کہ کیا ہی۔ آیا اس کا بدن مین حلول ہی جیسا کہ
پانی کا بوٹ تن مین یا عرض کا جوہر مین یا یہ جوہر بذات خود موجود ہے
اگر یہ جوہر ہی تو ذی مکان ہی یا لامکان اگر ذی مکان ہی تو اسکا مکان
قالب ہے یا دماغ یا کوئی اور جگہ اگر لامکان ہے تو جوہر لامکان کسطرح ہوا
مینے جواب دیا کہ یہ تو سوال روح کے بھید سے ہی جسکا رسول مقبول صلی اللہ
تعالی علیہ آلہ وصحبہ سلم کو نااہل سے بیان کرنیکا اذن نہین ہوا اگر تو اہل مین سے ہے
تو سن کہ روح عرض نہین ہے کہ بدن مین حلول کرے جیسا کہ سیاہی کا حلول
سیاہ چیز مین اور علم کا عالم مین ہوتا ہی بلکہ وہ تو جوہر ہے کیونکہ اپنے آپ اور
اپنے خالق کو پہچانتی ہے اور معقولات کا ادراک کرتی ہے اور عرض مین یہ صفتین

حاشیہ: الروح من امر ربی کے سوا اور کچھ جو بیان نہین فرمایا اسکی وجہ یہ ہی کہ مشرکین کو اسکی حقیقت کے سمجھنے کی استعداد نہ تھی اسلئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ آلہ وصحبہ وسلم نے ماہیت روح کی بیان نہ فرمائی علاوہ برین روح کا لفظ مشترک تھا جیسا کہ اول حاشیہ مین بیان ہوا اسلئے ہو سکتا ہے کہ اکابر قریش بلکہ سرکردہ جماعت نے یہود یون کے کہنے کے موافق روح کا جو سوال کیا اسکی غرض یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو عاجز کرین با این طور کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وصحبہ وسلم روح کے ایک معنے مثلاً حقیقت روح انسانی بیان فرماتے تو وہ کہتا کہ یہ تو ہماری مراد نہین پھر دوسرے معنی بیان فرماتے پھر بھی کہتا کہ یہ ہماری مراد نہین اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وصحبہ وسلم کو ایسا جواب مجمل دینے اور قل الروح من امر ربی کا حکم ہوا تا کہ وہ آگے سوال نہ کرنے پائے۔ بعض نے یون لکھا ہے کہ تین سوالون مین سے دو کا جواب دینا یعنی قصہ ذی القرنین اور اصحاب کہف کا بیان فرمانا اور ایک جواب یعنی حقیقت روح کا بیان نہ کرنا یہی نبی آخر الزمان علیہ الصلوۃ والسلام

نہین ہوتین اور وہ جسم بھی نہین کیونکہ جسم تو تقسیم کو قبول کرتا ہے اور رُوح
منقسم نہین ہوتی اگر منقسم ہو تو چاہئے کہ ایک جزء سے مثلاً زیدکا اسکو علم حاصل
ہو اور دوسری جزء سی اسکا جہل جس سی لازم آتا ہے کہ روح ایک ہی حالت مین
ایک شئی کی عالم بھی ہوئی اور جاہل بھی اور ایک شئی کا علم اور جہل ایک شخص مین
محال ہے دو شخصو نمین محال نہین کیونکہ ضدونکا تناقض محل واحد مین ہی ہوتا ہے
سپیدی و سیاہی آنکہ کی ایک جزء مین تو تناقص ہین دو جزون مین تناقض
نہین اس سے معلوم ہوا کہ روح ایک چیز غیر منقسم ہی سب عقلاء کے نزدیک
جزء ولا تیجزی ہی یعنی ایک چیز ہی کہ تقسیم قبول نہین کرتی کیونکہ اسکو جزء
بھی کہنا نہ چاہئے اسلئے کہ جزء تو کل کی نسبت ہوتا ہے یہان تو کل ہی نہین

کے صدق نبوت کی علامت انہون نے جچی تہی کیونکہ بیان قصہ ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے
سوا حقیقت روح کی انکی کتابون مین مذکور نہ تہی اسلئے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وصحبہ وسلم نے بھی
نضر بن حارث کے جواب مین حقیقت روح کی بیان نہ فرمائی علی ما قیل بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم کو اسکے جواب مین صرف قل الروح من امر ربی کا ارشاد ہونا اس امر کو مستلزم نہین کہ
روح کی حقیقت صاحبان لیاقت پر بیان کرنی ممنوع ہو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حقیقت
اسکی معلوم نہو یا تمام اولیای کرام پر حقیقت اسکی نہ کہلی کما لا یخفی۔ اور اطبا روح حیوانی کو ہی روح
انسانی کہتے ہین اور فرفوریوس کا قول ہے کہ روح انسانی بدن مین حلول کئے ہوی ہی اور بعد
حلول کرنے کے اس سی متحد ہو گئی جیسا کہ نمک پانی مین بعد حلول کرنے کے متحد ہو جاتا ہے اور انکو خرسا
کا یہ عقیدہ ہی کہ روح ایک ہوا ہی بدن مین سرایت کئے ہوئے اور اطبا جو کہتی ہین کہ مدبر بدن کی حرارت

جزو کہان ہوگا مگر اس اعتبار سے جزو بول سکتے ہیں جس اعتبار سے ایک کو دس کا جزو
کہتے ہین کیونکہ اگر تمام موجودات یا تمام اشیا جن سے انسان کا قوام ہے اعتبار
کی جاوین از انجملہ ایک روح بھی ہوگی جب تمنے یہ سمجھ لیا کہ روح ایک غیر
منقسم شی ہے اب دو حال سے خالی نہین یا تو ذی مکان ہوگی یا لامکان اسکا ذی
مکان ہونا تو باطل ہے کیونکہ جو چیز ذی مکان ہوتی ہے تقسیم قبول کرتی ہے اور
جزو لایتجزی (یعنی ایسی جزو کہ ذی مکان تو ہو اور تجزیہ و تقسیم قبول نہ کرے)
دلائل عقلیہ اور ہندسیہ سے باطل ہے اُن دلائل مین سے آسان دلیل یہ ہے کہ اگر اسکو
دو چیزونکے درمیان رکھا جائے تو ضرور ہے کہ وہ دونو چیزین اطراف مخالف سے اسکو مس کرینگی جب
مخالف طرفین نکلین تو ہوسکتا ہے کہ ایک طرف سے ایک شی کا علم ہو اور دوسری
طرف سے اس شی کا جہل پس ایک ہی حالت مین ایک شی عالم اور

حاشیہ

حرارت غریزی ہے انکے قول کا منشا یہی معلوم ہوتا ہے۔ طالیس ملطی کا یہ قول ہے کہ روح پانی کا نام ہے
کیونکہ وہ منشا نشو و نما کا ہے۔ ابکار الافکار مین ابن رقیبکا یہ قول ہے کہ روح جسم مرکب عناصر اربعہ سے ہے
اور بدن مین اسکا حلول ہے جسکی دلیل اُسنے یہ بیان کی ہے کہ ادراک مناسبت کا مقتضی ہے پس روح کا
موالید کو ادراک کرنا ترکیب کو چاہتا ہے۔ اور شفا مین بیان کیا ہے کہ روح مرکب چند امور یعنی اربعہ
عناصر اور قوت اور محبت سے ہے بعض کا یہ قول ہے کہ روح خون کا نام ہے کیونکہ باقی اخلاط سے خون
اشرف ہے اور انسان کی موت کے وقت معدوم ہوجاتا ہے اور بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ روح عبارت
اخلاط اربعہ کی جو مجتمع اور کم و کیف مین معتدل ہین۔ بعض روح مزاج کا نام رکھتے ہین جو کیفیات
عناصر سے پیدا ہوتی ہے۔ بعض روح نفسانی یعنی قوت دماغی کو روح انسانی کہتے ہین۔ بعض
روح حیوانی یعنی قلب جسمانی کی قوت کا نام روح انسانی رکھتے ہین بعض روح نباتی یعنی قوت

حاصل ہوئی اور یہ باطل ہے اور جزو لا یتجزی کیونکہ باطل ہوا اگر ایک شئی بسیط اجزاء لا یتجزی سے مسطح فرض کیجائے تو اسکی وہ طرف جسکو ہم دیکھتے ہیں اس طرف کے مخالف ہوگی جسکو ہم نہیں دیکھتے کیونکہ ایک شئی ایک ہی حالت مین دکھائی دی اور نہ دکھائی دی نہین ہوتی اور جب سورج اسکی ایک طرف سے مقابل ہوگا تو وہی طرف روشن ہوگی دوسری طرف نہیں ہوگی پس جب اسکے لئے دو طرفین نکلیں تو جزو لا یتجزی نہ رہی ۔

فصل پھر مجھسے سوال کیا کہ اس جوہر کی کیا حقیقت ہی اور اسکا بدن کی ساتھ کس طرح پر تعلق ہے آیا وہ بدن میں داخل ہی یا خارج متصل ہے یا منفصل مینے جواب دیا کہ روح نہ تو بدن مین داخل ہی نہ خارج نہ بدن

جگر ہی کو روح انسانی سمجھے ہوئے ہین بعض نے ان تینوں قوتوں کے مجموعہ کا نام روح انسانی رکھا ہے جمہور متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ روح انسانی جسم لطیف ہی بدن مین سرایت کئے ہوئے جیسے کہ گلاب کا پانی گلاب مین اور اوسکی جسمیت پر بہت سے دلائل پیش کرتے ہین انمین سے قولہ تعالی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی وقولہ تعالی ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملئکۃ باسطوا ایدیہم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون الآیۃ وقولہ تعالی یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کہ ان آیات مین نفس کی وفات اور اوسکے نہ بدر رکہنے اور اخراج اور رجوع کی خبر ہے جو اوصاف ہی اس سے معلوم ہوا کہ روح جسم ہی یا یون کہین روح موصوف ہے ان اوصاف سے اور جو متصف ان اوصاف سے وہ جسم ہی جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ روح بھی جسم ہی ۔ اور رافضی یا غلانی اور نظام

کے ساتھ متصل ہے نہ منفصل کیونکہ یہ صفتین جسم مین ہوتی ہین اور روح جسم نہین پس ضدون سے الگ ہوئی جیساکہ پتھر نہ تو عالم ہے نہ جاہل کیونکہ علم اور جہل کے لئے حیات چاہئے جب حیات ہی نہیں علم اور جہل بھی نہین۔

پھر مجھ سے سوال کیا کہ روح کسی جہتہ مین ہے یا نہین سینے جواب دیا کہ روح مخلوقون مین حلول کرنے اور جسمون کے ساتھ متصل ہونے اور جہتون کے ساتھ مختص ہونے سے پاک ہے کیونکہ یہ سب باتین اجسام اور اعراض کی صفتین ہین وہ جسم اور عرض نہین وہ تو ان عوارض سے پاک ہے۔

پھر مجھ سے سوال کیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و سلم کو حقیقت روح کے تبلانے اور اس بھید کے ظاہر کرنے کا کیون اذن نہ ہوا۔ مینے جواب دیا کہ لوگون

معتزلی کا یہ عقیدہ ہے کہ روح جسم لطیف بدن مین سرایت کئے ہوئے ہے تغیر اور تبدل کی قابل نہین اور وقت قطع ہونے کسی عضو کے جزو روحانی منقطع نہین ہوتی بلکہ جزو متصل کی طرف منجذب اور منقبض ہوجاتی ہے اور بڑا فرقہ شاعرہ کا یون قائل ہے کہ جسم مرکب ہے اجزاء لایتجزی سے اور روح عبارت وجودان اجزاء لایتجزی سے ہے جنکو اجزای اصلی کہتے ہین اور ابن راوندی کا قول ہے کہ روح جزو لایتجزی ہے قلب مین اور بعض متکلمین کا یہ قول ہے کہ روح عرض ہے یعنی حیوۃ کا نام ہے جسکے سبب بدن حی ہے اور امام رازی بھی اسیکا قائل ہے کہ روح عرض ہے عوارض بدن سے اور بعض کا یہ قول ہے کہ روح خداوند کریم کے اجزا مین سے ایک جزو ہے اور بعض صوفیہ کا یہ قول ہے کہ روح کوئی صفت جسم کی نہین بلکہ ذات باری کی صفت ہے کیونکہ خداوند کریم نے قل الروح من امر ربی فرمایا ہے اور امر کلام اسکی ہے پس روح کلام الہی یعنی احیا کا نام ہوا۔ بعض کا یہ قول ہے کہ روح نسیم طیب باعث حیات ہے جیسا کہ نفس ہوا گرم باعث حرکات و شہوات ہے لیکن ان تمام اقوال کا ضعف و بطلان بر تقدیر یکہ روح سے مراد

کی فہم اسکو سمجھہ نہین سکتی کیونکہ لوگ دو قسم پر ہین ایک عام اور ایک خاص جمین عام ہونی کے ضعفتین غالب ہین وہ ان باتون کو اللہ جلشانہٗ ہی کی حق مین تصدیق نہین کرتا روح انسان کی حق مین کیا تصدیق کریگا اسی لئی فرقہ کرامیہ و حنابلہ ان باتونکا منکر ہے سو جمین عامیت زیادہ ہوتی ہی وہ ان باتون کو نہین سمجھتا اور اللہ جلشانہٗ کو جسم ٹھیراتا ہے کیونکہ کسی موجود کو سوا ذی جسم اور مشار الیہ یعنی ذی اشارہ ہونے کی نہین ادراک کرتا بعضون نے ان عامون مین سے کچھہ ترقی کی جسم کی نفی کی اور عوارض جسمیہ کی نفی نہ کر سکے اور جہت کو جو عوارض جسمیہ سے ہے باریتعالی کے لئی ثابت کیا بعضون نی انمین سے ترقی کی انہون نے خدا تعالی کو لا فی جہت یعنی لا مکان ثابت کیا وہ اشعریہ اور معتزلہ ہین -

انکی نفس ناطقہ یعنی روح انسانی ہوا رباب فہم و فراست پر مخفی نہین کیونکہ بعض کا روح حیوانی کو جو بقول بعضی جسم اور بقول بعضی جسمانی قوت ہی جسکی اصلاح سے صرف صحت بدنکی حاصل ہوتی ہی روح انسانی کہنا یا بعض کا روح انسانیکا حلول بدن مین پانی مین نمک کیطرح لینا جو خواص جسم سے ہے یا ہوا یا پانی ہی کا نام رکہنا جو ایک جسم غیر مرکب ہی یا ایک جسم مرکب عناصر اربعہ لینا یا چہہ امور سے مرکب لینا یا خون کا نام جو جسم مرکب ہے روح انسانی رکہنا یا اخلاط اربعہ یا مزاج کا نام رکہنا جو ایک کیفیت ہے یا روح نفسانی یا نباتی وغیرہ کو جو از قسم عرض ہین روح انسانی کہنا یا روح انسانی کو جسم لطیف بدن مین بی تغیر و تبدل انکی ترتیب کی ہوئے لینا یا جسم مرکب اجزاء لا تتجزی سے لینا یا روح انسانی حیوۃ یعنی عرض کا نام رکہنا یا قلب مین ایک جز و لا تتجزی کا نام رکہنا یا یہہ کہنا کہ روح نسیم طیب ہے روح انسانی کی حقیقت اور ماہیت کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے

حاشیہ: [illegible]

پھر مجھ سے سوال کیا کہ ایسے لوگون کو جو جہہ ترقی یاب ہوئے روح کی بھید کا تبلانا
کیون جائز نہین ہے مینے جواب دیا کہ وہ لوگ اس صفت کو اللہ تعالی اور اوسکے
غیر مین مشترک ہونیکو محال جانتے ہین اگر اونسے یہ ذکر کیجائے تو وہ کافر ٹھہرائینگے اور سمجھینگے
کہ جو صفت اللہ تعالی کی خاص تھی وہ اپنے نفس کیلئے ثابت کرتا ہے تو وہ اپنے
نفس کی خدائیکا دعوی کرتا ہے - پھر اونسے سوال کیا کہ انہون نے اس صفت
کو اللہ تعالی اور اوسکے غیر مین مشترک ہونیکو کیون محال جانا ہے مینے جواب دیا
کہ وہ لوگ جیسا کہ دو ذی مکانونکا ایک مکان مین جمع ہونا محال جانتے ہین ویسا ہی
دو شی کا لامکان مین جمع ہونا محال سمجھتے ہین کیونکہ بسبب فرق نہ ہونیکے دو جسمونکا
ایک مکان مین جمع ہونا محال ہے ویسا ہی اگر لامکان مین دو چیزین جمع ہوو

بھلا جب کہ روح انسانی مدرک ہے اور ادراک شان بسیط سے ہے تو عرض کیونکر ہوگی اور جب اسکے
مرکب ہونے سے ایک ہی حالت مین اسکا ایک شی کا عالم اور جاہل ہونا لازم آتا ہے جو محال ہے تو جسم بھی نہ
ہوگی یا عوارض جسمیت اسکے لئے کیونکر ثابت ہونگے جو دلائل کہ روح کی جسمیت
پر پیش کئے ہین یعنی وفات اور امساک اور ارسال اور اخراج اور [illegible] ان مین سے
کوئی بھی صفت روح کی جسمیت کی مقتضی نہین کیونکہ وفات روح کی بدن سے قطع تعلق کا نام
ہے نہ کہ روح کا معدوم کردینا اسلئے کہ روح انسانی یعنی نفس ناطقہ کا معدوم ہونا ہے باطل ہے
جیسا عنقریب با دلیل اسکا بیان آئیگا ایسا ہی امساک سے مراد روح کا تعلق بدن سے نہ ہونے
دینا اور ارسال سے مراد بعد امساک کے اسکا تعلق کردینا اور رجوع الی اللہ سے روح کا تصرف
فی البدن سے باز رہنا اور خدا کی طرف متوجہ ہونا مراد ہے اور اخراج عبارت ہے نفس ناطقہ کا
تعلق بدن سے موقوف کردینے سے پس قرآن شریف مین روح کے ان اوصاف سے

ان مین بھی کچھ فرق نہین رہیگا اسلئے کہتے ہین کہ دو سیاہیان ایک محل مین جمع
نہین ہوسکتین اور دو ہم شکلون کو باہم ایک دوسرے کے ضد سمجھتے ہین
پھر مجھسے سوال کیا کہ یہ تو اشکال قوی ہے اسکا جواب کیا ہے تو جواب دیا کہ
اس بات مین انھون نے غلطی کھائی جب کہ انھون نے یہ گمان کیا کہ اشیا مین
فرق تین امرون کے ساتھ ہوتا ہے ایک تو مکان کے ساتھ جیسا دو مکانون مین دو جسم
اور دوسرے زمانہ کے ساتھ جیسا کہ دو زمانون مین دو سیاہیان ایک جوہر مین ہون
تیسرے ماہیت اور حقیقت کے ساتھ جیسا کہ عوارض مختلف ایک محل مین مثلاً رنگ
اور ذائقہ اور بو اور برودت اور رطوبت ایک جسم مین ہون کیونکہ انکے لئے محل
بھی ایک ہی اور زمانہ بھی ایک لیکن ایک دوسرے سے ماہیت مین مختلف ہین پس

بیان ہونے سے روح کے جسمیت کا ثابت کرنا پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ علاوہ برین ہم یہ بھی توجیہ
بیان کر سکتے ہین کہ وفات کے وقت روح حیوانی بدن سے نکالی جاتی ہے جسکے نکلنے سے نفس ناطقہ یعنی روح انسانی
کا تعلق بدن سے منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ نفس ناطقہ کا تصرف بدن مین بواسطہ روح حیوانی کے ہے جو ایک بخار لطیف
حرارت قلب جسمانی سے نضج پا کر بذریعہ شریانون کے تمام اعضا بدن مین پھیلتا ہے اور حیات تمام اعضا کو دیتا ہے
اس بخار لطیف یعنی روح حیوانی کا باطن بدن مین حرکت کرنا اور بدن مین ساری ہونا ایسا ہے جیسا ایک چراغ
مثلاً اطراف گھر مین پھیرا جاوے اور اس سے گھر کے چارطرف روشنی پھیل جاوے گویا بخار لطیف بمنزلہ چراغ کے
ہے اور حیات بمنزلہ روشنی کے اس بخار لطیفہ کے ذریعہ سے نفس ناطقہ کا تعلق بدن کی تدبیر اور تصرف کا جو تھا وہ
فوت جاتا رہا اور اسکی اخراج اور ارسال وامساک سے روح انسانی کے تعلق کا ہونا یا نہ ہونا وجود مین آیا۔ پس مجازاً

فرق ذایقہ کا رنگت سے ماہیت کی جہت سے ہوگا نہ کہ مکان اور زمان کے ساتھ
اور فرق علم کا قدرت اور ارادہ سے اگرچہ سب ایک ہی شی میں ہوں جب کہ
اُنمیں مکان اور زمان کی جہت سے اختلاف نہیں ماہیت کی روسے ہوتا ہے پس
جب کہ ایک مکان میں عوارض مختلف ماہیت کا ہونا جائز ہوا تو اشیا مختلف
ماہیت کا لامکان ہونا بطریق اولی جائز ہوا۔

فصل پھر مجھہ سے سوال کیا کہ یہاں تو اول شی ایک اور اشکال بڑا کہ ہے اور ایک
اور دلیل اس کے محال ہونے پر اظہر ہے وہ اشکال یہ ہے کہ اس میں روح کو اللہ تعالے
سے تشبیہ ہوئی اور روح میں اللہ تعالی کی اخص صفات کو ثابت کیا۔ میںنے
جواب دیا کہ یہ کہاں ہوسکتا ہے کیونکہ ہم انسان کو حی اور عالم اور سمیع اور بصیر

اِن اوصاف کو جو درحقیقت روح حیوانی کے اوصاف ہیں روح انسانی کی صفت ڈالدیا گیا جیسا
کہ کسی بادشاہ کا کسی ملک پر تصرف ہو اور اس بادشاہ کا نائب ولشکر اُس ملک میں رہتا ہو کوئی
غنیم بادشاہ کے نائب ولشکر کو قتل کرڈالے یا وہاں سے نکالدے تو اس موقع پر ہم یوں کہا کرتے
کرتے ہیں کہ فلاں بادشاہ مارا گیا یا فلاں ملک سے نکالا گیا یا فلان ملک اُس سے چھین لیا گیا
جس سے ہماری یہ مراد ہوتی ہے کہ اُس ملک میں اسکو تدبیر اور تصرف کا اختیار نرہا۔ اور
اشاعرہ کے عقیدے اور ابن راوندی کے قول کا بطلان معروضات سابقہ سے ظاہر ہے
کیونکہ روح کوئی جسم مرکب اجزاء لایتجزی سے یا خود جزو لایتجزی جزو قلب جسمانی کی نہیں بلکہ
وہ کسی محل میں سرایت کرنے یا کسی عضو کے جزو پڑنے یا خود جسم ہونے سے پاک ہے۔ علاوہ بریں
جزو لایتجزی کا بطلان دلایل ہندسیہ سے ثابت ہے اسلئے کہ ۴۷ شکل مقالہ اول اقلیدس سے
یہ بات ثابت ہے کہ مثلث قایم الزاویہ کے زاویہ قایمہ کے وتر کا مربع اسکے دوضلعوں کے مربع کے

اور قادر اور مرید اور متکلم کہتے ہیں اللہ تعالی بہی ایسا ہی ہے حالانکہ اسمیں تشبیہ نہیں ہے کیونکہ یہ صفتیں اللہ تعالی کی اخص صفات میں سے نہیں ہیں اسیطرح حیز اور مکان اور جہت سے پاک ہونا بہی اُسکے اخص صفات میں سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی کے اخص صفات میں سے تو صفت قیومیت کی ہے یعنی وہ بذاتِ خود موجود ہے اور اُسکے ماسوا سب اُسیکے سبب موجود ہیں بلکہ اشیاء کے لئے تو بذاتِ خود عدم ہے وجود تو انکے لئے عارتیاً غیر کی جہت سے ہے اللہ تعالی کے لئے وجود صفت ذاتی ہے عارتیاً نہیں ہے اور یہ صفت یعنی قیومیت اللہ تعالی کے غیر میں نہیں پائی جاتی —

مساوی ہوتا ہے پس جس صورت میں ہمنے ایک مثلث قایم الزاویہ جس کے دو ضلعے مساوی ہوں مثلاً ایک ایک ضلع دس دس جزء کا فرض کریں تو بحکم شکل مذکور وتر اُسکا دو سو کا جذر نکلنا چاہئے اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ دو سو کا جذر نہیں صحیح نکل سکتا مثلاً اگر چودہ کو وتر کہیں یہ بہی درست نہیں کیونکہ یہ تو ایک سو چہیانویں کا جذر ہے اور اگر پندرہ کہیں تو یہ بہی نہیں ہوسکتا کیونکہ اُسکا مربع دو سو پچیس ہیں پس دو سو کا جذر چودہ جزء مع کسر جزء کے ہوئیگا جس سے اِس جزو لایتجزی مفروضہ کا تجزیہ اور انقسام ثابت ہوا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ متکلمین نے نفی جزو لایتجزی کے دلائل کی تضعیف اور اثبات جزو لایتجزی کا دلائل قویہ سے کیا ہے تاکہ اثبات ہیولی وصورت سے جو مودی قدم عالم اور نفی حشر اجساد کی طرف ہے نجات ہوجاے میں کہتا ہوں کہ اثبات جزو لایتجزی کے دلائل بہی چنداں قوی نہیں اسی لئے امام رازی نے اسمیں توقف کیا علاوہ بریں اثبات ہیولی وصورت مودی قدم عالم و نفی حشر اجساد کی طرف نہیں ہوسکتا اسلئے کہ فلسفی ہیولی کے قدیم بالذات ہونیکے تو قائل ہی نہیں البتہ قدیم بالزمان لیتے ہیں

پہر مجہہ سے سوال کیا کہ آپ نے معنی تسویہ اور نفخ کے تو ذکر کیئے نسبت کے معنی نہ بیان فرمائے کہ اللہ تعالی نے کیون روح کو اپنی طرف نسبت کیا اور مِن رُّوحِی کیون فرمایا اگر نسبت کے یہ معنی ہیں کہ وجود روح کا خدا سے ہے تو سب چیزون کا وجود اللہ تعالی ہی سے ہے حالانکہ بشر کی نسبت مٹی کی طرف کی اور فرمایا اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ یعنی میں بشر کو مٹی سے پیدا کرنیوالا ہون۔ پہر فرمایا فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ اور اگر اسکے یہ معنی ہیں کہ روح خدا تعالی کی جزو ہے جسکا بدن پر فیضان کیا جیسا کہ سخی سائل پر مال کا فیضان کرتا ہے پہر کہتا ہے اَفَضْتُ عَلَیْہِ مِنْ مَّالِیْ یعنی مینے سائل پر اپنے مال کا فیضان کیا تو اِس میں ذات اللہ تعالی کے لیئے اجزا ثابت ہوتے حالانکہ

اور ہر حادث زمانی کو مسبوق بالمادہ کہتے ہیں لیکن کوئی دلیل قوی اسپر اُنہوں نے بیان نہیں کی چنانچہ ماہرین فن معقول پر یہ امر پوشیدہ نہیں پس جب قدم ثابت نہیں تو اُنکا اثبات مؤدی قدم عالم ونفی حشر اجساد کی طرف کیونکر ہوگا اور اگر بالفرض یہی تسلیم کیا جاے کہ ہیولی وصورت کا اثبات مؤدی قدم عالم ونفی حشر اجساد ہے اسلیئے جسم کا مرکب ہونا جواہر فردہ یا اجزای مقداریہ سے لیا جاے تب بہی ہم کہتے ہیں کہ کونسی ضرورت ہے کہ روح انسانی کو خواہ مخواہ مرکب اجزاے لاتجزی سے کہا جاے حالانکہ اسکا مرکب ہونا ظاہر البطلان ہے اور جو کہتا ہے کہ روح خدا تعالی کے اجزا میں سے ایک جزو ہے اُسکے قول کا بطلان ظاہر ہی ہے کیونکہ خدا تعالی مرکب اجزا سے نہیں ہے کہ ایکجز یعنی روح اُس سے الگ ہوکر بدن انسان سے متعلق ہوگئی ہو تعالی عن ذلک علوا کبیرا اور بعض صوفیہ کے اس عقیدہ کا بطلان بہی کہ روح صفت جسم کی نہیں بلکہ ذات باری تعالی کی صفت ہے ارباب عقل پر مخفی نہیں کیونکہ یہ امر تو مسلم بلکہ

پہلے آپ نے اِسکو باطل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ افاضہ کے معنی جدا ہونے جزء کے نہیں ہیں پس اِسکے کیا معنی ہوئے۔ مینے جواب دیا کہ اگر یہ بات آفتاب کہے اَفَضْتُ عَلَی الْاَرضِ مِنْ نُوْرِیْ یعنی مینے زمین پر اپنے نور کا فیضان کیا تو یہ بات صحیح ہوگی اور یہاں نسبت کے یہ معنی ہونگے کہ جو روشنی زمین کو حاصل ہے وہ کسی نہ کسی وجہ سے آفتاب کے نور کی جنس میں سے ہے اگرچہ یہ نسبت اِسکے بہت ہی ضعیف ہے اور یہ تو نے معلوم کر لیا ہے کہ روح جہت اور مکان سے پاک ہے اور تمام اشیاء کے علم اور اطلاع کی اُسکو قوت ہے اور یہ مناسبات شئی جسمانی میں نہیں ہوتیں (پس انہیں مناسبات کی وجہ سے خدائتعالی نے روح کو اپنی طرف نسبت کیا اور مِنْ رُّوْحِیْ فرمایا)۔

واقع ہے کہ زید کو ایک چیز کا علم ہوتا ہے اور عمرو کو اُسکا جہل پس اگر روح مدرک صفت ذات باریتعالی کی ہوتی تو نقص جہل کا صفت باریتعالی میں لازم آتا وغیر ذالك من المفاسد علاوہ یہ خدائتعالی کا قل الروح من امر ربی بلفظ من ارشاد کرنا صاف اس امر پر دال ہے کہ روح عالم امر میں سے ہے یعنی اُس عالم میں سے ہے جسکا اندازہ اور مقدار نہیں غرضکہ روح انسانی جس کو امور اخروی اور حقایق عقلی کا ادراک اور جس کی اصلاح سے قرب رب العالمین حاصل ہوتا ہے اور جو مخاطب اور معاتب ہے جسکو عقل و قلب بمعنی لطیفۂ ربّانی اور نفس ناطقہ و حقیقت انسانی بھی کہتے ہیں جسکا تزکیہ موجب فلاح ہے جیسا کہ خدائتعالی فرماتا ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا نہ تو وہ روح حیوانی ہے کیونکہ روح حیوانی کو امور اخروی اور حقایق عقلی کا ادراک حاصل نہیں ورنہ تمام حیوانوں کا دانندۂ امور اخروی و حقایق عقلی ہونا لازم آئیگا جو صراحتاً باطل ہے اور نہ وہ قوت نفسانی

پھر مجھ سے سوال کیا کہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی کے کیا معنی ہوے اور عالم امر
اور عالم خلق سے کیا مراد ہے جواب دیا کہ جس شی کی مساحت اور اندازہ ہوسکے
وہ عالم اجسام اور عالم عوارض مین سے ہی اُسکو عالم خلق سے کہتے ہین اور یہان
خلق کے معنی تقدیر اور اندازہ کے ہین ایجاد اور پیدا کرنے کے نہین جیسا کہ بولتے
ہین خلق الشئ ای قدرہ یعنی چیز کا اندازہ کیا اور شاعر نے کہا ہے شعر
ولانت تفری ما خلقت ؛ وبعض القوم یخلق ثم لا یفری ؛ اور جس چیز کا
اندازہ اور مقدار نہو اسکو امر ربی کہتے ہین اور اسکو امر ربانی کہنا انہین مناسبات
مذکورہ کی جہت سے ہی اور جو چیزین اس جنس سے ہین خواہ ارواح بشری ہون
یا ارواح ملائکہ انکو عالم امر سے کہتے ہین پس عالم امر سے وہ موجودات مراد ہین
جو حس اور خیال اور جہات اور مکان اور حیز سے خارج ہین اور بسبب نہونے مقدار
کے مساحت اور اندازہ مین داخل نہین ہین سے پھر مجھ سے سوال کیا کہ اس

یا نباتی یا کسی اور غرض کا نام ہی کیونکہ عرض مدرک نہین ہوتی اور روح انسانی مدرک ہی اور نہ جزء لا یتجزی
یا کوئی مرکب چیز اجزا سے ہے بلکہ وہ جوہر غیر منقسم بواسطہ روح حیوانی امر بہ بدن ومحافظ ترکیب بدن ہے
مکان اور جہت سے پاک نہ بدن مین داخل نہ خارج نہ متصل نہ منفصل حکماء مشائین اور اشراقین کا یہی عقیدہ ہے
اور اہل تحقیق مثلاً ابو زید دبوسی وامام راغب وامام غزالی وغیرہ اہل سنت وجماعت کا یہی قول ہے اور معتزلی
اور ایک فرقہ امامیہ ایسا قائل ہے ۔ اور محققین صوفیہ کرام کا یہی عقیدہ ہے اور کامل افراد صوفیہ کا
مشاہدہ بھی اسیطرف منتہی ہوتا ہے ۱۲ مفتی شاہ دین مسلمہ ربہٗ ؏

تو روح کے قدیم ہونیکا وہم پڑتا ہے۔ ہمنے جواب دیا کہ اس بات کا ایک فرقہ کو وہم ہوا ہے
وہ انکی جہالت ہے بلکہ روح کو غیر مخلوق اس اعتبار سے کہینگے کہ اوسکا مقدار نہین کیونکہ وہ منقسم
اور ذی مکان نہین ہے اور اگر مخلوق بمعنی حادث لین تو روح مخلوق ہے قدیم نہین ہے اسکے
حدوث کی دلیل طویل ہے اور اسکے مقدمات بہت ہین۔ حق تو یہ ہے کہ جب نطفہ مین روح
کے قبول کرنے کی استعداد ہوئی تو روح پیدا ہوئی جیسا کہ آئینہ مین صیقل کرنے کیوقت
صورت پیدا ہوتی ہے۔ مختصر دلیل یون ہے کہ ارواح بشری اگر بدنون سے اول موجود
ہوتین یا تو بہت ہوتین یا ایک نون سے اول انکی کثرت اور وحدت تو باطل ہے بدنون
سے اول انکا وجود بھی باطل ہوا وحدت تو یون باطل ہے کہ بدنون سے متعلق ہونیکے
بعد یا تو انکی وحدت باقی رہیگی یا کثرت ہو جائیگی وحدت کا باقی رہنا تو محال ہے
کیونکہ ہمین امکان اس بات کا کہ زید ایک شی کو جانتا ہو اور عمرو نہ جانتا ہو کہ
صراحتاً معلوم ہے اگر جوہر ادراک زید الا یعنی روح انمین ایک ہوتی تو دو ضدونکا
جمع ہونا اس مین محال ہوتا جیسا کہ زید مین محال ہے اور اسیطرح بعد تعلق کے بہت
ہو جانا بھی باطل ہے کیونکہ جسکا ایک کا مقدار نہو اسکا دو اور منقسم ہونا محال ہے اور
مقدار والی شی کا دو ہو جانا اور منقسم ہونا محال نہین جیسا کہ جسم کہ ایک ہی جسم بسبب
اسکے کہ مقدار رکہتا ہے منقسم ہوتا ہے اور اسکے لئے اجزا نکلتے ہین اور جس چیز کے لئے
اجزا اور مقدار نہین وہ منقسم ہونے کو کسطرح قبول کریگی اور بدنون سے اول ارواح
کی کثرت یون باطل ہے کہ یا تو وہ ایک دوسرے کے ہم مثل ہونگی یا مختلف ہم مثل اور

مختلف ہونا تو محال ہے کثرت ہی محال ہوئی ہم مثل ہونا یون محال ہے کہ دو ہم
مثلونکا اصلین وجود ہی محال ہے اسی لئے ایک جسم مین دو سیاہیونکا اور ایک مکانمین
دو جسمونکا پایا جانا محال ہے کیونکہ دو ہونا تغائر کو چاہتا ہے اور یہان تغائر ہی نہین اور
دو سیاہیونکا دو جسم مین پایا جانا ممکن ہے کیونکہ یہان تغائر بسبب جسم کے ہو جائیگا اسلئے
کہ ایک سیاہی ایک جسم کے ساتھ خاص ہوگی دوسری دوسرے کے ساتھ ایسا ہی دو زمانونمین
دو سیاہیون کا ایک ہی جسم مین پایا جانا ممکن ہے کیونکہ زمانہ خاص مین جسم کے ساتھ
متصل ہونا ایک سیاہی کی صفت ہوگی دوسری کی نہین ہوگی سو مطلقاً دو ہم مثلونکا
وجود ہی نہین بلکہ اگر ہوگا تو کسی کی نسبت کرکے ہوگا جیسا کہ کہین کہ زید اور عمرو دونون
انسانیت اور جسمانیت مین ہم مثل ہین دوات اور کوے کی سیاہی دونو سیاہیون مین
ہم مثل ہین بدنون سے اول اونکا مختلف ہونا یون محال ہے کہ مختلف ہونا دو قسم پر
ہے ایک تو نوع اور ماہیت کے اختلاف کی جہت سے ہوتا ہے جیسا کہ پانی اور آگ اور
سیاہی اور سپیدی علم اور جہل کا اختلاف ہے دوسری قسم کا اختلاف عوارض کے
ساتھ ہوتا ہے جو ماہیت مین داخل نہین ہوتے جیسا کہ پانی سرد اور گرم کا
اختلاف ہے اب ارواح بشری مین بسبب ماہیت کے اختلاف ہونا تو محال
ہے کیونکہ ارواح بشری ایک ہی نوع ہین اور ماہیت اور حقیقت مین متفق ہین

+ ارواح بشری کے ایک ہی نوع ہونے کی یہ وجہ ہے کہ نفس ناطقہ یعنے جوہر مجرد بواسطہ روح
حیوانی مدبر بدن مختص بنوع انسان ہے کما مر اور انسان تو نوع سافل ہے یعنے تمام انواع سے

عوارض کے ساتھہ بھی اختلاف محال ہی کیونکہ ماہیت جب جسمون کے ساتھہ متعلق ہوا ور انکی طرف کسی طرح منسوب ہوتب عوارض کے ساتھہ مختلف ہوتی ہے اسلئے کہ جسم کے اجزا مین اختلاف ضروری ہے اگرچہ آسمان ہی کی نسبت اختلاف قریب اور بعید ہونیکا ہو لیکن جب ایک ماہیت جسمون کے ساتھہ ابھی متعلق ہی نہو اختلاف اسکا محال ہوگا اس مسئلہ کی تحقیق زیادہ تقریر کی محتاج ہی لیکن اسقدر بیان اس تحقیق پر آگاہ کرنے کے لئی ہے۔ پھر مجھ سے سوال کیا کہ روحونکا حال بدنون سے الگ ہونیکے بعد کیا ہوگا حال آنکہ انکو جسمون کے ساتھ تعلق نہین پھر کیونکر روحون مین کثرت اور اختلاف ہوا۔ مینے جواب دیا کہ روحون نے بدنون کے ساتھہ متعلق ہونیکی جہت سی مختلف صفتین حاصل کی ہین جیسا کہ علم اور جہل

نیچی کی نوع ہے اور جو چیز نوع سافل کے ساتھہ مختص ہو ماہیت جنسی نہین ہوسکتی ورنہ نوع سافل کے ساتھہ امر مختص کا غیر مختص ہونا لازم آئیگا یہی وجہ ہی کہ ناطق کو حیوان ناطق مین انسان کے لئے فصل قریب اور ممیز جمیع اغیار سی لیتے ہین کیونکہ مراد ناطق سے مبدء نطق یعنی نفس ناطقہ ہی جو مخصوص بانسان ہی ورنہ پھر بجمیع اغیار سی ممیز اور ایک ہی نوع ہونا اظہر من الشمس ہی یہی مذہب ارسطو اور بو علی کا ہی۔ بعض حکما اسکی خلاف پر ہین اور ابو البرکات اور امام رازی متکلمین سے روح کے ماہیت جنسی ہونیکی قایل ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول جسکو مسلم نے بروایت ابوہریرہ رضہ بیان کیا ہے الناس معادن کمعادن الفضة والذھب خیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الاسلام اذا فقہوا والارواح جنود مجندة فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا اختلف۔ کو اپنے مدعا کے لئے دلیل پیش کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ
لوگ کانین ہین چاندی اور سونے کی کانون کی طرح۔ بہتر انکے زمانہ جاہلیت مین بہتر انکے زمانہ اسلام مین ہین جبکہ سمجھہ دین کی ان کو حاصل ہوا اور روحین جماعتین مجتمعہ ہین پس انمین سے جس کا جس روح کے ساتھہ باہمی تعارف ہوا اسکی اسکے ساتھہ الفت ہوگئی اور جسکو جس روح سے باہمی نفرت ہوئی اس سے اسکا اختلاف ہوا۔

صفائی اور کدورت خوش خلقی اور بدخلقی اِن مختلف صفتون کی جہت سے
مختلف ہی باقی رہین جن سے اُن کی کثرت سمجھی جاتی ہے بدنون سے تعلق
کے اول یہ بات نہین تھی کیونکہ ان کے مختلف ہونیکا کوئی سبب نہین تھا

فصل پھر مجھ سے سؤال کیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول

کا اخیر حدیث مین ارواح کو بصیغہ جمع لانا اور اسیطرح ابتدا حدیث مین ارواح کو معدن سونے اور چاندی کے
ساتھ جو مختلف بالحقیقت ہین تشبیہہ دینا روح کی ماہیت جنسی ہونیکا مقتضی ہے مین کہتا ہون ارواح کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بصیغہ جمع لانا روح کی ماہیت جنسی ہونیکو مقتضی نہین کیونکہ جمع کیواسطے اختلاف افراد کا تشخیص اور
صنف مین کفایت کرتا ہی یہ ضرور نہین ہی کہ صیغہ جمع کا اپنے نیچے جنس و فصل سے مرکب انواع کو ہو مستلزم ہو جس سے مطلق
روح کا ماہیت جنسی ہونا ثابت ہو ایسا ہی سونے چاندی کی معدن کے ساتھ تشبیہ اس جہت سے کہ معدنین ظرف زر و
سیم اور لوگ ظروف علوم ہین صرف اس امر مین ہی کہ جیسا زر و سیم کی معدنون مین مختلف استعدادین ہین مثلاً معدن
زر علی استعداد رکہتی ہی ایسی استعداد معدن سیم مین نہین اسیطرح لوگ مختلف استعدادین رکھتے ہین بعض علی حسب مراتب
معدن فیضان کے قابل فیضان آلٰہی کے ہین اور بعض نہین اور حدیث مین زر و سیم کیساتھ جو ماہیت مین مختلف مین تشبیہہ نہین
دیگئی بلکہ زر و سیم کی معدنون کیساتھ دیگئی ہی جو ماہیت مین متحد اور استعدادون مین مختلف ہین غرضکہ اس تشبیہہ سے
یہ امر متحقق ہوتا ہی کہ لوگون مین مختلف استعدادیں ہین کوئی ان مین فیضان آلٰہی کے قابل ہی اور کوئی نہین اور
بعض شریف ہین بعض نہین مگر جاہلیت کے زمانہ مین جو شریف ہوا زمانہ اسلام مین تب ہی شریف گنے
جائین گے جب کہ دین مین انکو سمجھ حاصل ہو چنانچہ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام
اذا فقھوا کا جملہ اسپر دال ہی پس اس تشبیہہ سے روح انسانی یعنی نفس ناطقہ کے جو ایک جوہر لواسطہ

؎خلق اللہ آدم علی صورتہ ؎ اور ایک روایت مین علے صورۃ الرحمٰن کے
کیا معنی ہوے مینے جواب دیا کہ صورت ایک اسم مشترک ہی کبھی تو شکلون کی
ترتیب اور بعض شکلون کو بعض سے ملانے یا اختلاف ترکیب پر بولتے ہین
یہ قسم تو صورت محسوسہ ہے اور کبھی ترتیب معانی پر بھی بولتے ہین جو محسوسہ
نہین اور معانی کے لئے بھی ترتیب اور ترکیب اور باہمی نسبت ہوتی ہے
جیساکہ بولتے ہین کہ مسئلہ کی صورت ایسی ہے اور واقع کی صورت ایسی
اور علم جسمانی کی صورت ایسی ہے اور علم عقلی کی صورت ایسی سو اس
حدیث نبوی مین صورت سے صورت معنوی مراد ہے اس مین روح کے
اُن مناسبات مذکورہ کی طرف اشارہ ہے جنکا خدا کی ذات اور صفات اور افعال
کیطرف رجوع اور مآل ہے کیونکہ روح کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بذات خود نہ تو
عرض ہے نہ جوہر متحیز اور جسم اسکا کسی جہت اور مکان مین حلول ہی اور نہ وہ
بدن کے ساتھ متصل ہے نہ منفصل نہ وہ عالم کے جسمون اور بدنون مین داخل
ہے نہ خارج سو یہ سب کے سب ذات آلہی کے صفات ہین اور روح کی صفتین
یہ ہین کہ حی اور عالم اور قادر اور مرید اور سمیع اور بصیر اور متکلم ہے

ح: کما لایخفی۔ پس ظاہر ہے کہ خواہ مخواہ اس قید کو بڑھا کر ارواح کا قبل اجسام ہونا ثابت کرنا حالانکہ دلیل
تحقیقی اس کے خلاف پر قائم ہے کلام ضعف سے خالی نہین۔ ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ۔

ح: ؎خلق اللہ آدم علی صورتہ الحدیث کو بخاری و مسلم نے بروایت ابوہریرہ رضی بیان

اللہ تعالی مین بھی ایسی ہی صفتین ہین - اور روح کے افعال یہ ہین کہ
ابتدا فعل انسان مین ارادہ ہوتا ہے جسکا اثر دلپر ظاہر ہوتا ہے پھر روح
حیوانی کے وسیلہ سے کہ وہ ایک بخار لطیف ہے دل کے درمیان سرایت
کرکے دماغ کو پہنچتا ہے پھر وہان سے پٹھون کی طرف جاتا ہے جو دماغ سے نکلے
ہین پھر پٹھون سے اوتار اور رباطات کی طرف جاتا ہی جو عضلات سے متعلق
ہین پھر اس سے اوتار کھینچے جاتے ہین تو اُس سے انگلیان حرکت کرتی ہین اور
انگلیون سے مثلاً قلم کو حرکت ہوتی ہے اور قلم سے سیاہی کو تو سیاہی سے کاغذ پر جس
صورت کے لکھنے کا ارادہ کیا تھا وہ صورت ویسی ہی لکھی جاتی ہے جیسا کہ خزانہ
خیال مین متصور تھی کیونکہ جبتک مکتوب کی صورت اول خیال مین متصور
نہو کاغذ پر اسکا لکھنا ممکن نہین اور جس شخص نے اللہ تعالی کے افعال
اور اسکے پیدا کرنے کی کیفیت مین غور کیا کہ نباتات اور حیوانات کو آسمان
اور ستارون کی حرکت کے ذریعہ سے پیدا کیا اور آسمان اور ستارون کو فرشتون
حرکت دلائی تو جان لیگا کہ انسان کا تصرف عالم اصغر یعنی بدن مین ایسا ہی جیسا

تنبیہ: کیا ہے یہان صورت سے مراد صفت ہے پس معنی حدیث کے یہ ہوی کہ پیدا کیا اللہ تعالی نے آدم کو
اپنی صفت پر یعنی عالم متکلم بصیر اور اضافت تشریف کی بھی یہان ہوسکتی ہے جیسا کہ بیت اللہ ناقۃ اللہ میں اور
صاحب مجمع البحار وغیرہ کا ایک احتمال بیان کرنا کہ (صورت ای صورۃ آدم) علی صورۃ الرحمن کی
روایت کی منافی ہے کما لا یخفی لیکن بعضون نے لکھا ہے کہ خلق آدم علی صورۃ الرحمن
کی روایت محدثین کے نزدیک ثابت نہین ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ -

خالق کا تصرف عالم اکبر میں اور معلوم کر لیگا کہ انسان کا دل باعتبار اسکے تصرف کے بمنزلہ عرش کے ہے اور دماغ بمنزلہ کرسی کے اور حواس بمنزلہ ملائکہ کے جو بالطبع اللہ تعالی کے مطیع ہین یعنی جن کی جبلی عادت خدا کی اطاعت ہی اور امر کے خلاف کرنیکی طاقت نہین رکھتی اور پٹھے اور اعضا انسان کے بمنزلہ آسمانون کے ہین اور اسکی انگلیون کی طاقت بمنزلہ طبیعت کے ہے جو جسم مین گڑی ہوئی اور جمی ہوئی ہے اور سیاہی بمنزلہ عناصر کے ہے کہ جمع اور ترکیب و تفریق کے قبول کرنیکے لئے اصل ہین اور انسان کے خیال کا خزانہ بمنزلہ لوح محفوظ کے ہے اب جو کوئی ان مناسبات کی حقیقت پر مطلع ہو گا تو وہ معنی حدیث نبوی خلق آدم الخ جان لیگا پھر مجھ سے سوال کیا کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کے کیا معنی ہین مینے جواب دیا کہ چیزین مناسب

حدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کو ابن تیمیہ نے موضوع لکھا ہے سمعانی نے لکھا ہے کہ یہ مرفوع معلوم نہین ہوتی یحیی بن معاذ رازی کا قول ہے نووی نے لکھا ہے کہ اسکا ثبوت حضرت سے نہین اور اسکے معنی تو ثابت ہین پس بعضون نے یون معنی بیان کئے ہین کہ من عرف نفسہ بالجہل فقد عرف ربہ بالعلم ومن عرف نفسہ بالفناء فقد عرف ربہ بالبقاء ومن عرف نفسہ بالعجز والضعف فقد عرف ربہ بالقدرۃ والقوۃ - اور کہا ہے کہ یہ معنے مستنبط ہین قولہ تعالی ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ سے اور امام غزالی کے معنے مراد ہی ناظرین رسالہ پر ظاہر ہے ہین معنی شاہ دین سلہ ربہ جنفس کا لفظ لغت عرب مین کئی معنون مین مشترک ہے چنانچہ چشم اور ذات اور روح اور وجود کو بھی نفس کہتے ہین جس پر اصابتہ نفس کا اطلاق اور قولہ تعالی حتی تسلموا علے

مثالون کے ساتھ پہچانی جاتی ہیں اگر یہ مناسبات مذکورہ نہ ہوتی تو انسان
اپنے نفس کی معرفت سے اپنے خالق کی معرفت کی طرف ترقی نہ کر سکتا
اللہ تعالی نے جو آدمی کو اس عالم اکبر کا مختصر نسخہ بنایا چنانچہ وہ اپنے
اسباب مین بمنزلہ خدا کے متصرف ہی اگر اس کو سطح نہ بناتا تو جہان اور
صفات الٰہی مثل تصرف اور ربوبیت اور فعل اور علم اور قدرت وغیرہ
کو نہ پہچانتا اب نفس انہین مناسبات سے اپنے خالق کی معرفت کا
یقیناً آئینہ ہی۔ روح کا مسئلہ جو اول بیان ہوا اُس کی معرفت سے
بھی اس مسئلہ کا خوب انکشاف ہوتا ہے۔ پھر مجھ سے سوال کیا کہ
اگر ارواح ان جسمون کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں تو ان حدیثوں کے کیا
معنی ہوی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین ح خلق اللہ الارواح

حاشیہ: انفسکم وقول نقبا رما لا نفس لہ سایلۃ معفو وقول وقائل نفس الشئی
فی اللغۃ وجود کا شاہ ہے رنگ وو باعث جرم وعقوبت وغیرہ کو
بھی نفس بولتے ہین ایسا ہی نفس ناطقہ پر جو مدرک اور عالم اور مخاطب
معاتب ہے نفس کا اطلاق آتا ہے۔ یہان ظاہرا یہی مراد ہے۔
جیسا کہ امام غزالی صاحب رح نے بیان کیا ہے نہ کہ چشم وخون وغیرہ
ابوالحسن مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

ح ا اللہ تعالے نے روحون کو دو ہزار سال اول اجسام سے پیدا کیا ۱۲

قبل الاجساد بالفی عام ‡ وانا اول الانبیاء خلقا و اٰخرھم بعثا[1] وکنت نبیا و اٰدم بین الماء و الطین ‡ نے جواب دیا کہ ان مین سے کوئی حدیث روح کے ازلی ‡ اور قدیمی ہونے پر دلالت نہین کرتی بلکہ روح کے مخلوق اور حادث ہونے پر یہ دال ہین البتہ ظاہر مین یہ حدیثین جسم سے روح کے مقدم ہونے پر دلالت کرتی ہین ور

‡ ابو نعیم نے ابو ہریرہ سے دلایل مین اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر مین اس حدیث کو بیان کیا ہے مگر بایں الفاظ انی کنت اول النبیین فی الخلق واخرھم فی البعث ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

‡ کنت نبیا و اٰدم بین الماء والطین کو عسقلانی نے قوی اور اسپر زیادتی یعنی کنت نبیا ولا اٰدم ولا ماء ولا طین کو ضعیف لکھا ہے اور زرکشی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا بایں الفاظ کچھ اصل ہی نہین لیکن ترمذی مین ہے متی کنت نبیا قال و اٰدم بین الروح والجسد ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

‡ افلاطون اور بعض صوفیہ روحون کے ازلی ابدی ہونے کے قائل ہین لیکن انکا ازلی کہنا باطل ہے اس لئے کہ بدنون سے اول ان کا وجود بطور کثرت باطل ہے کیونکہ مختلف ہونیکا کوئی سبب نہین حال آن کہ کثرت تغائر اور اختلاف کو چاہتی ہے اور بطور وحدت بھی باطل ہے کیونکہ بعد وجود ابدان کے تمام انسانونکی روح ایک ہونی یا ایک حقیقی کا کثیر ہوجانا صراحتًا باطل ہے پس جب بدنون سے اول انکا وجود باطل ہوا تو ازلی نہ ہوئین بلکہ حادث ہوئین یہی مذہب اکثر صوفیہ اور متکلمین اور فقہا اور حکماء اشراقین

[1] مین خلقت مین سب نبیون سے اول اور مبعوث ہونے مین آخر ہون ۱۲

[2] مین نبی تھا اور آدم ابھی پانی اور مٹی تھا ۱۲

ظاہرہ امر آسان ہے کیونکہ اوسکی تاویل ہوسکتی ہی اور دلیل قاطع ظاہر کے سبب چھوڑی نہین جاتی بلکہ ظاہر کی تاویل کیجایگی جیساکہ اللہ تعالی کے حق مین آیات تشبیہی کی تاویل کیجاتی ہی چنانچہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ الارواح قبل الاجساد بالفی عام کی یون تو تاویل ہی کہ ارواح سے ارواح ملائکہ مراد ہے اور اجساد سے اجسام عالم جیساکہ عرش کرسی آسمان ستارے آگ ہوا پانی مٹی اور جبکہ آدمیون کے جسم سب کے سب زمین کو جسم کی نسبت چھوٹے ہیں اور زمین کا جسم بہ نسبت آفتاب کے بہت چھوٹا ہے اور آفتاب ایسا چھوٹا ہے کہ اسکو اپنے آسمان سے کچھ نسبت

مذہب مشائین

اور مشائین کا مذہب کہ ارواح حادث ہین اور ابدی۔ ان کے ابدی ہونیکی آسان دلیل یہ ہے کہ روح انسانی بدن سے رفع تعلق کے بعد معدوم نہین ہوتی کیونکہ وہ لحوق عدم کی قابلیت نہین رکھتی اور جو شی لحوق عدم کی قابل نہو لحوق عدم اسپر محال ہی اور لحوق عدم کی قابل نہو لحوق عدم اسپر محال ہی اور لحوق عدم کی قابلیت نہ رکھنے کی یہ وجہ ہی کہ اگر روح لحوق عدم کے قابل ہو تو بروقت موجود ہونیکے بالفعل معدوم بالقوہ ہوگی پس اسصورتمین مبدا فعلیت وجود اور ہوگا اور مبدا عدم اور نہین تو کل باقی حمکن الفنا اور حمکن الفنا باقی ہوجائیگا جو صراحتا باطل ہے پس جب ہر دو مبدا باہم مغایر نکلے تو روح کی ترکیب لازم آئی اور روح کا مرکب ہونا تو باطل ہی ورنہ اس کا ایک ہی حالتمین ایک ہی شی کا عالم اور جاہل ہونا لازم آتا ہے کما مر پس اس کا معدوم ہونا بھی باطل ہوا کیونکہ بطلان لازم مستلزم ہے بطلان ملزوم کو پس

ہی نہین ایسا اس سمان کو اپنے اوپر کے آسمان سے اور اسکو اپنے
اوپر کے آسمان سے علی ہذا القیاس کچھ نسبت نہین ہے پھر اُنپر
کرسی ہی جس مین سب آسمان اور زمین سمائے ہوے ہین اور کرسی
بہ نسبت عرش کے چھوٹی ہے اگر اس مین تو سوچیگا تو آدمیون کے
اجسام کو حقیر جانیگا مطلق لفظ اجساد سے جو حدیث مین وارد ہے
آدمیون کے اجسام نہین سمجھیگا ایسا ہی حال ارواح بشریکا ارواح
ملائکہ کی بہ نسبت ہے اگر تجھپر ارواح ملائکہ کی معرفت کا دروازہ
کھلے تو دیکھ لے کہ ارواح بشری مثل ایک چراغ کے ہین کہ نار عظیم
سے فیضیاب ہوا اور نار عظیم ارواح ملائکہ مین سے روح اخیر ہے
اور ارواح ملائکہ باترتیب ہین اور ہر ایک اپنے اپنے مرتبہ مین
منفرد ہے ایسا کہ ایک مرتبہ مین دو روحین ملکی جمع نہین ہوتین
بخلاف ارواح بشری کے کہ کثرت سے ہین اور انواع[۱] ہر مرتبہ
مین باہم متحد ہین اور ملائکہ ہر ایک انکا نوع الگ الگ ہے اسیطرح

ح
تحقیق تم پیدا
کئے گئے ہو واسطے
ہمیشگی کے (انکم)
انتقال کرتے ہو ایک
دار سے طرف
ایک دار کے ۱۲

ثابت ہوا کہ ارواح بشری ابدی ہین اور قول علیہ السلام کا جن کو مصنف تفسیر عزیزی نے
اپنی تفسیر مین نقل کیا ہے کہ اِنّکم خُلقتم للابد وانکم تنتقلون من دار الی دار
بھی اسیکا موید ہے ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ۔

[۱] ملائکہ ہر ایک اون کا نوع الگ الگ ہے ارواح ملائکہ بلا واسطہ روح۔

حاشیہ

ت ۱
اور ہم مین
اوسکو ایک
معین اور
ہم ہی ہین
والے اور
ہم ہی ہین
والے ۱۲

ح ۲
رکوع کرنیوا
سجدہ نہین
کھڑا ہونیوا
نہین کرتا ا
کوئی نہین
لیے مقام
۱۲

اشارہ ہے اللہ تعالی کے کلام مین ت: وما منا الا له مقام معلوم وانا لنحن الصافون
وانا لنحن المسبحون اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مین ح الراکع منهم لا
یسجد والقایم لا یرکع وانه ما من احد الا وله مقام معلوم پس اب ارواح اور اجساد
مطلقہ سے جو حدیث نبوی مین ارواح ملائکہ اور اجسام عالم ہی سمجھی جاینگے اور قولہ
صلی اللہ علیہ وسلم انا اول الانبیاء خلقا و آخرهم بعثا کی یہ تاویل ہے کہ یہان خلق کے معنے
تقدیر کے معنے ہین ایجاد کے نہین کیونکہ حضرت اپنے والدہ سے پیدا ہونیکی اول موجود
اور مخلوق تھے لیکن فوائد اور کمالات تقدیر مین سابق تھے اور وجود مین لاحق
یہ قول کہ اول الفکر آخر العمل بولتے ہین اسکے بھی معنی ہین اسکا بیان یون ہین کہ
مہندس یعنے مستری گھر کا اندازہ کرنیوالا پہلے اپنے ذہن مین پورے گھر کی تصویر کا خیال باندھتا ہے

حیوانی کے اپنے خاص اجسام مین متصرف ہین بخلاف روح انسانی کے کہ بواسطہ روح حیوانی کے مدبر بدن کی ہے
جس سے اسکا ارواح ملائکہ سے امتیاز اور علیحدہ نوع ہونا ثابت ہوتا ہے ایسا ہی نباتات اور معدنیات
اور دیگر حیوانات کی ارواح سے روح انسانی ماہیت مین متغایر ہے کیونکہ انسانی روح یعنے نفس ناطقہ ہے کو اور اسکو تعلق ادراکات
عقلی کا ہے اور ارواح انسانی ہے کی اصلاح اور غیر اصلاح سے استحقاق ثواب اور عقاب کا ثابت ہے اور اسیکا تعلق بواسطہ روح
حیوانی کے ہے کامل اور یہ باتین دیگر ارواح مین پائی نہین جاتین اور یہ امر ظاہر ہی ہے کہ اختلاف لوازم مستلزم اختلاف ملزومات
کو ہوتا ہے پس روح انسانی کے لوازم کے اختلاف سے اسکا دیگر اشیا کی ارواح سے ماہیت مین مغایر ہونا اظہر من الشمس ہے
اگر کوئی یہ کہے کہ نباتات تو روح نباتی یعنی قوت نباتی کے سوا کوئی روح مدرک نہین رکھتی ایسا ہی پتھر وغیرہ بالکل ہی روح نہین
پس معدنیات وغیرہ کے کونسی ارواح ہین جن سے روح انسانی کا بسبب اختلاف
لوازم کے مغایر اور مختلف بالماہیت ہونے کے ثابت کرنے کی ضرورت

سو پورا گھر مہندس کے ذہن مین اندازہ کرنیکی رو سے سب سے پہلے اور وجود مین سب سے آخر ہوتا ہے کیونکہ اول اینٹونکا لگانا اور دیوارونکی بنا اور اسکی ترکیب سب ایک کمال کا ذریعہ ہے اور وہ گھر ہے جسکے واسطے اسبابکا تقدم ہے جبکہ تو نے یہ معلوم کرلیا پس جان کہ آدمی کی خلقت کے بنانے سے یہ مقصود ہی کہ وہ بارگاہ الٰہی سے قرب حاصل کرے سو یہ قرب بدون سمجہانے نبیونکے نہین ہوسکتا تہا اسلئے ایجاد سے مقصود نبوت ٹہری نبوت کا اول مقصود نہین بلکہ نہایت اور کمال مقصود ہی نبوتکا کمال بموجب عادت الٰہی تدریج ہوتا ہے جیسا کہ گھر کی عمارت تدریج کمال کو پہنچتی ہے نبوت کی تمہید پہلی حضرت آدم سے ہوئی پہر بڑہتی رہی یہانتک کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ کمال کو پہنچ گئے سو نبوت سے غایت اور کمال مقصود تہا اور پہلی تمہیدین کمال نبوت کے لئے وسیلہ ہین جیسا کہ بنیاد کا رکہنا اور

حاشیہ

پڑہی سو اسکا جواب یہ ہے کہ شریعت مین حد تواتر کو پہنچ گیا ہے کہ درختون اور پتہرون وغیرہ نے نبیون کے ساتھ کلام اور انکے حکمون کی فرمانبرداری کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہی روح اور شعور رکہتے ہین چنانچہ آواز کرنا اور رونا ستون حنانہ کا بسبب مفارقت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور بعد شفقت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسکا خاموش ہوجانا۔ ایسا ہی کوہ حرا کا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر رضوان اللہ تعالی علیہم اسپر تشریف رکہتے تہے بطور زلزلہ کے ہلنا اور بعد فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم کے کہ ٹہر ارہ سو اسطے کہ تیری پشت پر اور کوئی نہین مگر پیغمبر اور صدیق اور کئی شہید سکا ٹہر جانا اسکے ذی روح اور ذی شعور ہونے پر صاف دال ہے اور قولہ تعالی ت کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ اور قولہ تعالی ت ۲ و ان من شئی الا یسبح بحمدہ و لکن لا تفقہون تسبیحہم سے بہی صاف ظاہر ہے کہ ہر شئے مین

ت ۱
یہ سننے جان رکہی
طرح کی بندگی
پارہ ۱۴

تحت ۲

اکا

بنانا گھر کے کمال کا وسیلہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں بھی راز ہے کیونکہ کمال پر زیادتی بھی ایک طرح کا نقصان ہے مثلاً پنجہ کی کمال شکل یہ ہے کہ ایک ہتیلی اسپر پانچ انگلیان ہون اب جیسا کہ چار انگلیونکا ہونا نقص ہے ویسی چھ انگلیونکا ہونا نقص ہے کیونکہ چھٹی انگلی جو کفایت پر زاید ہے اگرچہ صورت مین زیادتی ہے لیکن حقیقت مین نقص ہے حدیث نبوی مین اسی کی طرف اشارہ ہے جو حضرت فرمانے مین قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَثَلُ النُّبُوَّةِ مَثَلُ دَارٍ مَعْمُورَةٍ لَمْ يَبْقَ فِيهَا إِلَّا مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَكُنْتُ اَنَا تِلْكَ اللَّبِنَةَ یہی الفاظ ہین یا اون الفاظ کے یہ معنی ہین جبکہ تو نے یہ معلوم کر لیا کہ حضرت کا خاتم النبیین ہونا ضروری ہے جسکا خلاف متصور نہین کیونکہ نبوت حضرت ہی سے کمال کو پہنچی اور شئی کی غایت تقدیر مین اول اور وجود مین آخر ہوتی ہے

روح ہے اب جب نباتات اور معدنیات وغیرہ مین بھی روح ثابت ہوئی اور ارواح ملکی کا بھی ثبوت شرع مین وارد ہے اور انکی عبادت کا ذکر بھی احادیث مین مذکور ہے چنانچہ طبرانی نے بروایت جابر رض روایت کیا ہے کہ کوئی انمین سے رکوع کرنیوالا ہے اور کوئی سجدہ کرنیوالا اور کوئی کھڑا ہے اور کوئی بیٹھا اسیطرح بعض ملائکہ سے خدمات متعلقہ کی اکثر احادیث مین تصریح بھی آئی ہے پس روح انسانی یعنی نفس ناطقہ کا بسبب اختلاف لوازم کے تغایر نوعی ان تمام ارواح سے ثابت ہوگا کیونکہ درختوں اور پتھرونکی جو صورتین متعلق ہین وہ مانند ارواح ملائکہ کے بلا واسطہ روح حیوانی کے اپنے اپنے خاص اجسام مین متصرف ہین لیکن دنیا مین تعلق انکا دایمی طور پر ہمیشہ نفس قدسیہ کی قوت سے اپنے اپنے اجسام سے جب کبھی انکا تعلق ہو جاتا ہے اسوقت ان اجسام سے افعال شعور اور ارادہ کے صادر ہو جاتے ہین ورنہ نہین اسی سبب سے انکو غیر ذی روح بولدیتے ہین کیونکہ ہمیشہ اُنسے افعال شعور صادر نہین ہوتے ہان در آخرت مین ان ارواح کا اپنے اجسام کے ساتھ دایمی طور پر ہوگا اسی سبب سے وہ اجسام

بعلم: ۲۰: بعلم:

ح ا
نبوت کی مثال ایسی
جیسا کہ گھر بنایا ہو
باقی رہی اُس مین
ایک اینٹ کی جگہ یہ
وہ اینٹ مین ہون
بخاری و مسلم بانذک نو
بروایت ابی ہریرہ
یہی مضمون بیان کیا
ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں
متفق علیہ حدیث انکی
بیان کی ہے مثلی و
مثل الانبیاء کمثل قصر
احسن بنیانہ ترک
منہ موضع لبنۃ
فطاف بہ النظار
یتعجبون من حسن بنیانہ
الا موضع تلک
اللبنۃ فکنت
انا سددت موضع
اللبنۃ ختم بی
البنیان وختم
بی الرسل وفی روایۃ
فانا اللبنۃ وانا
خاتم النبیین ۱۲۴

پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقدیر مین اول اور وجود خارجی مین آخر ہوے
اور قولہ کنتُ نبیّاً وآدم بین الماء والطین سے بھی اشارہ اسی کی طرف ہی جو ہمنے ذکر
کیا اسلیے کہ حضرت آدم کی خلقت کے تمام ہونے سے اول ہی تقدیر مین نبی تھے کیونکہ اللہ
تعالی نے آدم کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ اسکی اولاد مین سے عمدہ شخص چھانٹ لی اور
تبدریج چھانٹتا رہا یہانتک کہ کمال صفائی کو پہنچکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی روح پاک اور مقدس کو قبول کرے اور یہ حقیقت نہین سمجھی جاتی جب تک یہ سمجھا
جاوے کہ مثلاً گھر کے لئے دو وجود ہوتے ہین ایک تو معمار کے ذہن اور دماغ مین
اسکا وجود ہوتا ہے ایسا کہ اسکو وہ دیکھ ہی رہا ہے اور ایک وجود ذہن سے خارج یعنے ظاہر مین
ہوتا ہے اور وجود ذہنی وجود خارجی ظاہری کے لئے سبب ہوتا ہی اور ضرور اول ہی ہوتا ہی

ہوا ہی وینگے چنانچہ شاخین اور پہل بہشت کے بہشتیون کی آواز کا جواب اور انکی اطاعت کرینگی بخلاف
روح انسانی یعنی نفس ناطقہ کے کہ دنیا مین بلا توسط نفس قدسیہ اسکا تعلق دائمی طور پر ہے اور بواسطہ
روح حیوانی وغیرہ کے بدن کے ساتھ تعلق ہونا اسیکے لوازمات مین سے ہے اور اختلاف لوازم
صاف دلیل ملزومات کے اختلاف کی ہے غرضکہ ارواح ملائکہ وغیرہ جو بلا واسطہ روح حیوانی
کے اپنے اپنے اجسام مین مدبر اور متصرف ہوتی ہین وہ الگ انواع ہین اور روح
انسانی یعنے جوہر مدرک مجرد بواسطہ روح حیوانی وغیرہ مدبر بدن الگ نوع واحد ہے اور
ماہیت مین انکے مغائر اور صفات مین انسے ممتاز ہے ایسا ہی جنیات ارواح سے جو جن
اپنے ہوائی وناری اجسام مین مدبر ومتصرف ہین بسبب اختلاف لوازم کے نفس
ناطقہ کا تغائر ثابت ہے اور اسیطرح دیگر حیوانات کی ارواح سے جو امور اخروی و
حقایق عقلی کا ادراک نہین کر سکتین روح انسانیکا مغائر ہونا ظاہر ہے ۱۲ منقح شاہ دین سلمہ ربہ

ایسا ہی جان لے کہ اللہ تعالی پہلے اشیاء کی تقدیر کرتا ہے پھر اون اشیاء کو اس تقدیر کے موافق پیدا کرتا ہے اور تقدیر تو لوح محفوظ مین نقش ہوتی ہے جیسا کہ مہندس یعنی مستری کی تقدیر تختی یا کاغذ پر نقش ہوتی ہے سو گھر صورت کا ملا تمام اجزا کے کاغذ پر موجود ہوتا ہے وہ گھر کے وجود حقیقی کے لیے سبب ہوتا ہے اب جیسا کہ یہ صورت مستری کی تختی پر پہلے قلم کے وسیلہ سے نقش ہوتی ہے اور قلم مستری کے علم کے موافق چلتا ہے بلکہ علم کے موافق چلتا ہے بلکہ علم ہی اوسکو چلاتا ہے ایسا ہی امور الہیہ کی صورتونکی تقدیر لوح محفوظ مین پہلے نقش ہوتی ہے اور لوح محفوظ پر قلم سے نقش ہوتا ہے اور قلم اللہ تعالی کے علم کے موافق چلتا ہے لوح سے وہ شے موجود مراد ہے جو صورت کے نقش کو قبول کرے اور قلم سے وہ موجود مراد ہے جس سے لوح پر صورتونکا فیضان ہو اب قلم کی تعریف یہ ہوئی کہ وہ لوح مین معلومات کی صورت نقش کرے اور لوح کی حقیقت یہ ٹھہری کہ ان صورتونکا نقش قبول کرے سو قلم اور لوح کی شرط سے یہ نہین ہے کہ وہ دونون لکڑی اور نی کے ہون بلکہ جسم ہونا بھی انکی شرط سے نہین ہیں قلم اور لوح کی ماہیت اور حقیقت مین جسمیت داخل نہین بلکہ قلم اور لوح کی حقیقت وہی ہے جو ہمنے ذکر کی اور جو اسپر زاید ہے وہ صورت ہی حقیقت نہین اور یہ بھی بعید نہین ہے کہ اللہ تعالی کی لوح اور قلم اوسکی ہاتھ اور انگلیون کی لایق ہو ہاتھ اور انگلیین اوس کی ذات اور الوہیت کے موافق ہون جسمیت کی حقیقت سے پاک ہو بلکہ یہ تمام روحانی جواہر ہین بعض ان مین متعلم ہین جیسا کہ لوح اور بعض انمین معلم جیسا کہ قلم چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے الذی علم بالقلم اب جب کہ تو نے وجود کی دو قسمین معلوم کر لین جان لے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم آدم علیہ السلام سے

باعتبار وجود اول کے نبی تھی نہ باعتبار دوسرے وجود کے حقیقی اور عینی ہے یہ روح کے مضمون میں اخیر کلام ہے۔ **فصل** حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہین ح ۱ من مات فقد قامت قیامتہ لفظ قیامت سے قیامت مطلقہ مراد نہین ہے بلکہ قیامت خاصہ مراد ہے جسکو ہمنے احیاء علوم الدین کی کتاب صبر کے ابتدا مین تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔ اور قیامت مطلقہ وہ ہے جو سب کو شامل ہوگی اور وہ خدا تعالی کے نزدیک وقت مقررہ ہے جو خلقت پر کسی بھید کی جہت سے مخفی ہے اُس بھید کو خدا تعالی ہی جانتا ہے اگرچہ سب وقت برابر ہین لیکن بعض وقتون کے ساتھ وجود کی بعض قسمون کے مختص ہونیکو عقل جائز رکھتی ہے متکلمین کے مذہب کے روسے خدا کے ارادہ پر موقوف ہے جیساکہ بعض وقتون مین عالم کا پیدا کرنا خدا کے ارادہ پر موقوف ہے حالانکہ قدرت اور ذات کی نسبت تمام وقت برابر ہین فلسفیون کے مذہب کے موجب بھی قیامت مطلقہ کا محال ہونا لازم نہین آتا کیونکہ فلسفی متفق ہین کہ حادث چیزون کے مبادی آسمانون کی حرکتین اور انکے دورے مختلف ہین اسیواسطے علوی اور سفلی چیزون کے حکم اور حال مختلف ہوتے ہین یہ ضرور نہین ہے کہ ہر دورے اور گردش کے ساتھ اسکا پچھلا اور پہلا دورا ہم شکل ہی ہو اور دورے کا ہم شکل ہونا انکے مذہب کے رو سے ضعیف ہے بلکہ جائز ہے کہ ایک دورا ایسا پیدا ہو کہ اسکی نظیر اول ہوئی ہو نہ اسکے بعد اسی لئے کبھی بعض دورون مین جانور ایسی عجیب شکلون کے پیدا ہوتے ہین کہ کبھی ویسے ہوے ہی نہین اور یہ بھی کچھ بعید نہین ہے کہ دورے آسمانی تو باہم مناسب ہون اور شکلین جو انکی ترتیب سے حاصل ہین مختلف ہون مثلاً

ح ۱ جو کوئی مرتا ہے اسکی قیامت برپا ہو جاتی ہے ابن ابی الدنیا نے اسکو بیان کیا ہے بروایت انس بسند ضعیف ۱۲

پانیمین جو ہمنے ایک پتھر پہینکا تو اُس پانیمین ایک شکل مستدیر پیدا ہوگی - اگر ہم ویسا ہی ایک اور پتھر پہلی حرکت کے منقطع ہونے کے اول ہی پہینکین تو یہ لازم نہین آتا کہ پانیکی شکل دوسری حرکت کے بعد اول حرکت کی شکل ہی ہو کیونکہ پہلا پتھر تو ٹھہرے ہوے پانیمین پڑا اور دوسرا پتھر متحرک پانیمین سو جو دوسرے پتھر نے متحرک پانی مین شکل پیدا کی ہے یہ اُس شکل کے برخلاف ہوگی جو ٹھہرے ہوے پانی مین پیدا ہوئی تھی یہان باوجود مساوات اسباب کے شکلین مختلف ہوگئین کیونکہ پہلی کا پچھلی کے ساتھہ کچھہ اثر مل گیا اسلئے محال نہین ہے کہ دور معین ایک ایسی طرح کے وجود اور ابداع کا مقتضی ہو جو پہلی طرح کے مخالف ہو یہ بھی محال نہین ہے کہ اسکا وجود بدیعی ہو جو اسکی نظیر سابق مین نہ گذری ہو اور یہ بھی محال نہین ہے کہ اُسکا حکم باقی رہے اور دور پچھلا جو منسوخ ہوچکا ہے اُسکی شکل اسکو لاحق نہ ہو سو اس قسم کا وجود جو ابداع یعنی بلا سبق نظیر سے حاصل ہوا ہے اپنے جنس مین باقی رہے اگرچہ اسکے احوال خاص بدلتے رہین سو قیامت کی میعاد بھی شکل ہوئی جو پچھلے شکلو نکی روسے عجیب و غریب ہے اور یہ ہی تمام روحون کے جمع ہونیکا سبب کلی ہے جو اُسکا حکم سب روحون پر عام ہوگا اب قیامت کا آنا ایسے وقت کے ساتھہ مخصوص ہوا جس کی پہچان قوای بشری سے نہین ہوسکتی اور انبیا سے ہوسکتی ہے کیونکہ انبیا رکو بہی کشف بقدر استعداد ہوتا ہے جب کہ قیامت کے محال ہونے پر کوئی دلیل کلامی اور فلسفی قائم نہین اور شریعت مین اسکا صراحتًا ثبوت ہے تو اب اسپر یقین کرنا واجب ہے اور شک کرنا نہین چاہئے ۔

فصل جو شخص کہتا ہے کہ قوام روحکا بغیر بدن کے نہین ہوتا وہ اگر قبر مین جسم کے

ساتہ روح کے تعلق اور پہر روح اور جسم مین مفارقت اور قیامت مین پہر
تعلق ہونیکا انکار کرے تو اسکا انکار باطل ہے کیونکہ روح کا قوام بغیر بدن کے
مشکل نہین ہے بلکہ بدن کے ساتہ تعلق اسکا مشکل ہے کہ بدن سے کیونکر تعلق
ہوئی حالانکہ روحکا بدن مین حلول نہین جیسا کہ عوارض کا جوہر مین اسلئے
کہ وہ عرض نہین ہے بلکہ وہ تو جوہر بذات خود (یعنی بلا قیام بالغیر) موجود ہے
اور اپنی ذات اور صفات سے اپنے خالق اور اسکی صفات کو پہچانتی ہے اور
وہ اس پہچاننے مین کسی حواس کی طرف محتاج نہین ہے کیونکہ جن چیزون کو
اُسنے پہچانا ہے وہ محسوس نہین۔ انسان تعلق بدن کی حالت مین قادر ہے کہ اپنے
نفس کو تمام محسوس چیزون سے غافل کرے یہانتک کہ آسمان اور زمین بہی سو اس حالت
مین اپنی ذات اور اسکے حدوث اور خالق کی طرف اُسکے محتاج ہونیکو جانتا ہے

+ روح کا تعلق بدن کے ساتہ پانچ قسم پر ہے (۱) ایک تعلق جنین کی حالت مین یعنے شکم مادر مین جو
بعد چار ماہ کے نطفہ مین جب اعتدال اور صفائی کمال درجہ کی حاصل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالی روح کو اس سے
متعلق کرتا ہے (۲) دوسرا تعلق شکم مادر سے خروج کے بعد کہ پہلے کی بہ نسبت اُس وقت
تعلق روح کے زیادہ آثار ظاہر ہوتے ہین (۳) تیسرا تعلق حالت خواب مین
کہ من وجہ تعلق اور من وجہ مفارقت ہوتی ہے (۴) چوتھا تعلق عالم برزخ
مین کیونکہ اس عالم مین اگرچہ مفارقت ہوتی ہے مگر مفارقت کلی نہین ہوتی کہ بالکل
بدن کے طرف اسکو التفات ہی نہو (۵) پانچوان تعلق بروز قیامت کہ کامل وہیہ ہوگا ۱۲
منفی شاہ دین سلمہ ربہ۔

حالانکہ روح محسوس ہمیشہ کا اوس کو شعور نہیں ہوتا سو بغیر شعور محسوسات کے اسنے
اپنی ذات کو پہچانا۔ چنانچہ ابتدا تصوف مین صوفی کو ہمیشہ اللہ تعالی کا ذکر کرنا
اُس حالت میں پہنچاتا ہے کہ اسکے ذہن مین تمام ماسوائے اللہ غائب ہوجاتا ہے بلکہ وہ
اپنے آپ سے بھی غائب ہوجاتا ہے اور اوسکے ذہن مین اللہ تعالی کے سوا کسی شی کا محسوس
اور معقول کا شعور نہیں ہوتا ہے اور اس شعور کا بھی شعور نہیں ہوتا بلکہ محض اللہ تعالی
کیطرف مشغول ہوتا ہے کیونکہ شعور کے شعور مین بھی خدا سے غفلت لاحق ہوتی ہے
پس جو حق کی معرفت کے لئے مجرد ہوا بدن اور قالب کیطرف کیون محتاج ہوگا
اور جسم سے کیون نہ بذات خود مستغنی ہوگا جو حواس کا مرکب ہے اور محسوسات ہی کو
دیکھتا ہے جسنے روح کی حقیقت اور اسکا بذات خود قوام معلوم کرلیا اسکو روح کا
جسم سے الگ ہونا مشکل نہیں معلوم ہوگا۔ بلکہ روح کا جسم سے اتصال مشکل معلوم
ہوگا کیا تک جان لے کہ اتصال کے بھی معنی ہین کہ جسم مین تاثیر اور تصرف اور حرکت
روح ہی کی ہی جیساکہ انگلیون کی حرکت ارادہ کے حرکت کے دیکھنے سے معلوم کرلیتا ہے
حالانکہ اوس کو یقین ہے کہ ارادہ انگلیو مین نہین ہے لیکن جسم اسکا مسخر ہے سو اس
تسخیر کا پیدا ہونا اور زائل ہونا اور رجوع کرنا جائز ہے اور عقل انہین سے کسیکو
محال نہیں جانتی جائز ہے کہ اسکے رجوع اور زوال کے لئے اسباب ملکی اور فلکی اور نفسی
ہون جس کو قوت بشری احاطہ نہین کرسکتی سو ایسی وجہ پر شریعت مین روح کا جسم سے
الگ ہونا اور پھر عود کرنا جو وارد ہوا ہے اوسکی تصدیق واجب ہے فصل میزان +

+ خدا تعالی کو اختیار ہے کہ میزان حقیقی کو بروز قیامت ترازو مشہور کی صورت پر متشکل کرے اور اعمال لوگو

پر ایمان واجب ہے کیونکہ جب نفس کا قوام بذات خود اور اسکا جوہر مستعفی ہونا ثابت ہوا پس وہ نفوس اشیاء کے کشف حقائق کی بذات خود استعداد رکھتا اور موت کے بعد اسکا حجاب کہل جائیگا اور حقائق اشیاء اس کو معلوم ہو جاینگی اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہے فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید[ت ۱] جو چیزیں کہ اس کو کشف ہوگا وہ چیزیں اللہ تعالی سے قرب اور بعد مین اس کے عمل کی تاثیرین اور ان کے آثار ون کی مقادیر ہونگی اگرچہ ان آثار میں بعض تاثیرین پر نسبت بعض کے زیادہ ہون اور اللہ تعالی قادر ہے کہ ایک ایسا سبب پیدا کر دے کہ جس سے خلقت ایک لحظہ مین قرب اور بعد مین اپنے عملون کی تاثیر کے مقدار معلوم کرلے سو میزان کی تعریف یہ ٹھہری کہ وہ ایک شی ہے جس سے زیادتی اور نقصان کا فرق معلوم ہو اور عالم محسوس مین اس کے لئے مثالین مختلف ہین ایک تو ان مین سے ظاہر مین ترازو مشہور ہے جس سے اشیاء اشیاء ثقیلہ وزن کرتے ہین اور ایک اسطرلاب* ہی آسمان کی حرکت اور رفعت

ت ۱ اب کہول دیا ہمنے تجھپرسے تیرا پردہ سو تیری نگاہ آج تیز ہے ۱۲

ت ۲ رکہینگے ہم ترازو مین انصاف کی قیامت کے دن پہر ظلم نہو گا کسی جی پر ایک ذرہ ۱۲

یا اعمال حسنہ و سیئہ کو مجسم کرکے اس مین وزن کر دکہائے یا میزان حقیقی کو کسی اور شکل حسی یا خیالی پر ظاہر فرمائے جس سے ہر ایک نفس کو اپنے اعمال کی تاثیرین اور ان کے آثار ون کا اندازہ معلوم ہو جائے۔ پس جب شرع مین اسکا ثبوت ہے چنانچہ قولہ تعالی ت ۲ و نضع الموازین القسط لیوم القیمۃ فلا تظلم نفس شیئا اسپر صراحتا دال ہے اور عقل کی رو سے امکان اسکا ظاہر ہے اس لئے تصدیق میزان کی واجب ہے۔ منقح شاہ دین سلمہ ربہ

* اسطرلاب کے ذریعے آفتاب و دیگر ستارونکا ارتفاع اور بعد و شفق کے ساعات اور طلوع۔

معلوم کرنے کے لئے اور ایک نمونہ ان سے منطر ہے جس سے خطون کے مقدار معلوم
ہوتی ہے اور ایک نمونہ اُن سے علم عروض ہے حرف کی حرکتین معلوم کرنے کے لئے
ایک نمونہ ان سے علم موسیقی ہے جس سے آوازون کی حرکات کے مقدار معلوم ہوسکے
ہین سوا اللہ تعالی جو خلقت کے لئے میزان حقیقی متمثل کریگا اُسکو اختیار ہے چاہے
ان میزانون مین سے کسی کی صورت پر متمثل کرے یا اور کسی صورت پر اور میزان
کی حقیقت اور ماہیت ان تمام میزانون مین موجود ہے وہ حقیقت یہ ہے
کہ جس سے زیادتی اور نقصان معلوم ہو اور اُسکی صورت شکل کے وقت ذہن مین
اور تمثیل کے وقت خیال مین موجود ہوتی ہے اور اللہ تعالی ہی جانتا ہے خواہ
میزان حقیقی کو شکل حسی پر بناوے یا تمثیل خیالی پر اُس کی قدرت بڑی ہے
ان سب پر ایمان واجب ہے فصل حساب کی تصدیق واجب ہے کیونکہ
حساب سے مراد مختلف مقدارونکا جمع کرنا اور ان کے حدود و نہایت معلوم کرنی
ہے اور کوئی انسان ایسا نہین ہے جس کے واسطے مختلف عمل نفع دینے والے
اور ضرر دینے والے رحمت خدا سے قریب کرنیوالے اور بعید کرنیوالے نہ ہون
اور اُنکا مجموعہ تو تفصیل معلوم نہین ہوتا جب تک اُس کے مختلف افراد کا حصر
نہ کیا جاوے جب متفرقات کا جمع و حصر کیا گیا وہی حساب ہے یہ معلوم ہی ہے
کہ اللہ تعالی قادر ہے کہ مختلف اعمال اور اُنکے آثار کی حدود نہایت ایک خط مین نامہ کر دے

وقت اور طالع سال گذشتہ سے طالع سال مستقبل کا معلوم کرنا اور تعدیل النہار و طلوع
و غروب و سمت وغیرہ امور کی معرفت حاصل کیجاتی ہے ۱۲ مفتی شاہ دین

کیونکہ وہ بہت جلد حساب کرنیوالا ہے **فصل شفاعت پر ایمان واجب ہے** شفاعت عظمیٰ
سے ایک نور مراد ہے جو بارگاہ الٰہی سے جوہر نبوت پر چمکیگا پھر جوہر نبوت
سے اُن جواہر پر چمکیگا جن کی جوہر نبوت کے ساتھ مناسبت مضبوط ہوگی۔
بسبب زیادتی ادای سنت یا بسبب کثرت ذکر کے جو درود کے ساتھ ہو
اسکی مثال نور آفتاب جیسی ہے کہ جب نور پانی پر پڑے تو اس سے دیوار کی
ایک خاص جگہ پر عکس پڑتا ہے تمام دیوار پر نہیں پڑتا عکس پڑنے کے لئے
وہ جگہ خاص اسواسطے ہوئی کہ پانی میں اور اس جگہ میں وضع کی رو سے ایک طرح کی
مناسبت ہے وہ مناسبت دیوار کے باقی اجزا میں نہیں ہے اور دیوار کی جگہ۔
انعکاس کے لئے خاص وہ ہوگی کہ جب اس جگہ خاص سے ایک خط اس پانی کی

ف شرع میں شفاعت کا ثبوت قولہ تعالیٰ ت١ یَومَئِذٍ لَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ
وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا و دیگر آیات و احادیث کثیرہ سے ہوتا ہے جسکی پانچ قسمیں ہیں۔
اول تعجیل حساب کے لئے شفاعت عامہ جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فرمائنگے۔
دوسرے بعض لوگوں کو بغیر حساب جنت میں داخل کرانا یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وارد ہے
تیسرے مؤمنین سے اس قوم کے لئے جو مستوجب دخول نار ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جن کو
خدا تعالیٰ چاہے دخول نار سے بچانے کی شفاعت فرمائنگے۔
چوتھے گنہگار مومنوں کے لئے دوزخ سے نکلوانے کی شفاعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
ملائکہ اور دیگر مومنین کرینگے جیساکہ اکثر احادیث میں وارد ہے۔
پانچویں بہشتیوں کی ترقی درجات کے لئے شفاعت ہوگی اور جب کہ کفار کی نسبت بسبب عدم
ایمان کے نہ تو بارگاہ الٰہی کے ساتھ مضبوط ہے اور نہ جوہر نبوت کے ساتھ پس نور بارگاہ الٰہی
سے انپر نہ بلاواسطہ چمکیگا اور نہ بواسطہ جوہر نبوت اسلئے بروز قیامت عذاب سے انکی رہائی نہیں
ہوگی اور نہ انکے حق میں کسیکی شفاعت مقبول ہوگی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ت٢ فَمَا تَنفَعُهُمْ
شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ اور فرماتا ہے ت٣ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۱۲ منہ

ت ١
اس دن کام نہ آویگی شفاعت مگر جسکو حکم دیا رحمٰن نے اور پسند کی اسکی بات
۱۲

ت ٢
پھر کام نہ آویگی ان کو سفارش سفارش کرنیوالوں کی
۱۲

ت ٣
کوئی نہیں گنہگاروں کا دوست اور نہ کوئی سفارشی جسکی بات مانی جاوے
۱۲

جگہ تک کو پہنچ جاوے جس جگہ پر نور آفتاب کا واقع ہوا ہے تو اُس سے زمین
کی جہت مین ایک ایسا زاویہ پیدا ہو کہ وہ اُس زاویہ کے مساوی ہو جو یا تمین
قرص آفتاب کیطرف خط کھینچنے سے پیدا ہوا ہے اس طرح پر کہ نہ تو اُس سے بڑا ہو
اور نہ اس سے چھوٹا۔ یہ بات تو ایک جگہ خاص مین ہی ہوگی اب جیسا کہ مناسبات
وضعی انعکاس نور کے مختص ہونیکو چاہتے ہین ایسا ہی مناسبات معنویہ عقلیہ جو ہر
معنوی انعکاس نور کے اختصاص کے مقتضی ہین جس شخص پر توحید غالب ہوگی
اسکی مناسبت تو بارگاہ الٰہی کے ساتھ مضبوط ہوگی اُسپر نور بارگاہ الٰہی سے بلا
واسطہ چمکیگا اور جس شخص پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سنن اور اقتدا
اور اُس کے اتباع کی محبت غالب ہوگی اور ملاحظہ وحدانیت مین اُسکا قدم مضبوط
نہین ہوا اُس شخص کی محبت تو واسطہ ہی کے ساتھ مضبوط ہوئی سو نور کے
حاصل کرنے مین وسیلہ کا محتاج ہوگا جیسا کہ دیوار آفتاب سے محجوب ہے پانی
واسطہ کی محتاج ہے جو آفتاب کے سامنے ہے ایسا ہی دنیا مین شفاعت ہوتی
ہے مثلاً ایک وزیر جو بادشاہ کے نزدیک معتبر اور اُس کی عنایت کے ساتھ مخصوص ہے
پس بادشاہ جو اُس وزیر کے بعض دوستون کے گناہ معاف کرتا ہے تو یہ معاف
کرنا کچھ بادشاہ اور وزیر کے دوستون مین مناسبت کی جہت سے نہین بلکہ
اس لئے ہے کہ وہ دوست وزیر کے وزیر کے ساتھ مناسبت رکھتے ہین اور
اور وزیر بادشاہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے پس بادشاہ کی عنایت اُنپر
وزیر کے ذریعے سے ہوئی نہ اُنکی جہت سے اگر وزیر کا واسطہ نہ ہوتا تو بادشاہ کی عنایت اُنپر

نہ ہوتی کیونکہ بادشاہ وزیر کے دوستوں اور انکے اختصاص کو اسی حد تک
جانتا ہے کہ وزیر اُن کی تعریف اور انکی معافی مین اظہار رغبت کرتا ہے سو
تعریف مین اس کے تلفظ اور اظہار رغبت کو مجازاً شفاعت کہتے ہین کیونکہ در
حقیقت شفیع تو بادشاہ کے نزدیک اسکا رتبہ ہے الفاظ تو اظہار غرض کے
لئے ہین اور اللہ تعالی تو تعریف سے مستغنی ہے اگر بادشاہ انکا اختصاص وزیر کے
درجہ کے ساتھ جانتا تو شفاعت مین بولنے والے کی اس کو کچھ حاجت نہ ہوتی اور
معافی شفاعت بلا نطق کے ساتھ ہوتی اللہ تعالی تو اختصاص کو جانتا ہے اگر ان بیون
کو شفاعت مین اُنکے کلمات کے تلفظ کا جو خدا تعالی کو معلوم ہین اذن بھی
دیگا تو اُنکے الفاظ شفیعون جیسے ہون گے اگر اللہ تعالی شفاعت کی حقیقت کو
ایسی مثال کے ساتھ جو حس اور خیال مین آسکے متمثل کرنا چاہیگا تو وہ تمثیل الفاظ
کے ساتھ ہوگی جو شفاعت مین مستعمل ہین اور احادیث مین جو وارد ہے
کہ جو چیزین رسول مقبول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ساتھ تعلق رکھتے ہین جیسے
رسول مقبول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر درود کا بھیجنا یا اُنکی قبر مقدس کی زیارت

۱؎ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ح ۱ من صلی علی محمد وقال اللہم انزلہ المقعد المقرب عندک
یوم القیامۃ وجبت لہ شفاعتی احمد بروایت رویفع رض اور فرمایا ح ۲ من زار قبری وجبت لہ شفاعتی
ابن ابی الدنیا بروایت ابن عمر رض بسند ضعیف اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ح ۳ من قال حین
یسمع النداء اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ ات محمدن الوسیلۃ و
الفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودن الذی وعدتہ حلت لہ شفاعتی یوم القیمۃ بخاری
بروایت جابر بن عبداللہ رض ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

جسنے درود بھیجا
پر محمد صلی اللہ علیہ
[illegible] اور کہا اے اللہ
[illegible] اس کو مقام
قرب مین نزدیک
اپنے بروز قیامت
واجب ہوگئی اسکے
لئے میری شفاعت ۱۲
۲ جسنے زیارت کی
میری قبر کی اسکے لئے
میری شفاعت
واجب ہوگئی ۱۲
۳ جسنے کہا جب سنا
اذان کو اے خداوند
مالک اس دعائے کامل
اور نماز حاضر کے
دے حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کو
وسیلہ اور فضیلت
اور اٹھا اُن کو
مقام محمود جسکا تونے
وعدہ کیا ہے حلال
ہوئی واسطے اُسکے
روز قیامت میری یعنی وہ
میری شفاعت کا
مستحق ہوگیا ۱۲

کرنی یعنی موذن کا جواب دینا یا اذان کے پیچھے حضرت کے لئے دعا مانگنی اور سوا
اس کے ان سب چیزوں سے آدمی شفاعت کا مستحق ہوتا ہے سو اس سے
معلوم ہوا کہ شفاعت میں نور کا انعکاس بطریق مناسبت ہوگا کیونکہ یہ سب
چیزیں مذکورہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ علاقہ محبت اور
مناسبت کو مضبوط کرتی ہیں فصل پل صراط پر ایمان لانا برحق ہے یہ جو کہا
جاتا ہے کہ پل صراط باریکی میں بال کے مانند ہے یہ تو اسکے وصف میں غلط ہے بلکہ
بال سے بھی باریک ہے اس میں اور بال میں کچھ مناسبت ہی نہیں جیسا کہ
باریکی خط ہندسی کو جو سایہ اور دھوپ کے مابین ہوتا ہے نہ سایہ میں اسکا
شمار ہے نہ دھوپ میں بال کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں پل صراط کی باریکی بھی خط ہندسی
کی مثل ہے جسکا کچھ عرض نہیں کیونکہ وہ صراط مستقیم کی مثال ہے جو باریکی میں خط ہندسی
کی مثل ہے اور صراط مستقیم اخلاق متضادہ کے وسط حقیقی سے مراد ہے جیسا کہ فضول
خرچی اور بخل میں وسط حقیقی سخاوت ہے۔ تہور یعنی افراط قوت غضبی اور

پل صراط کا ثبوت قرآن شریف کی اس آیت سے ہوتا ہے قولہ تعالی فاهدوهم الی صراط الجحیم وقفوهم انهم مسئولون یعنے پھر چلاؤ انکو راہ پر دوزخ کے اور کھڑا رکھو انکو ان سے پوچھنا ہے اور اکثر معتزلہ نے اس خدشہ کا جواب کہ جو اسپر ممکن نہیں اور اگر ممکن ہے تو مومنین کے لئے عذاب ہے یہ ہے کہ اس پل کا ہونا اور اسپر گذرنا کچھ دلیل کا محتاج نہیں کیونکہ جو واجب تعالی اس بات پر قادر ہے کہ پانی پر چلاتا ہے اور پرندون کو ہوا میں اڑاتا ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ ایسا پل بناوے اور آدمی کو اسپر چلاوے اور مومنین کے لئے اسپر عبور سہل کر دے پس جب عقل کی رو سے اسکا امکان ثابت ہے اور شریعت میں صراحتاً ثبوت ہے اس لئے اسکی تصدیق واجب ہے ۱۲ منہ شاہ دین ترجمہ

جبن یعنے بزدلی مین شجاعت اسراف اور تنگی خرچ مین وسط حقیقی میانہ روی ہے
تہور اور غایت درجہ کی ذلت مین تواضع شہوت اور جمود مین عفت کیونکہ ان صفتون
کی دو طرفین ہین ایک زیادتی دوسری کمی وہ دونون ہی مذموم ہین افراط
اور تفریط کے مابین وسط وہ دونون طرفون کی نہایت دوری ہے اور وہ
وسط میانہ روی ہے نہ زیادتی کیطرف مین ہے اور نہ نقصان کیطرف مین جیسا کہ
خط فاصل دہوپ اور سایہ کے مابین ہوتا ہے نہ سایہ مین سے ہے نہ دہوپ مین سے
اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ انسان کا کمال فرشتون کے ساتھ مشابہ ہونے مین
ہے اور فرشتے تو ان اوصاف متضادہ سے بالکل الگ ہین اور انسان کو ان
اوصاف متضادہ سے بالکل الگ ہونے کی طاقت نہین اسواسطے وسط کا
مکلّف ہوا وہ وسط انفکاک یعنے الگ ہونے کے مشابہ ہے اگرچہ حقیقت مین
الگ ہونا نہین جیسا کہ نیمگرم پانی نہ گرم ہے نہ سرد اور عود کا رنگ نہ سیاہ ہے
نہ سفید سو بخل اور فضول خرچی انسان کی صفتین ہین سخاوت ان دونون صفتون مین بیچ کا ہے

---

* شجاعت اعتدال غضب کا نام ہے اسطرحپر کہ انسان انکاموں کو اختیار کرے جو شریعت کی رو سے مفید اور
نیک ہین۔ اور غضب کے افراط کا نام تہور ہے وہ یہ ہے کہ انسان بے موقع جرأت کرے اور غضب کی تفریط
یعنے کمی کو جبن کہتے ہین وہ بیجا ڈرنا ہے ۱۲

* عفت اعتدال شہوت کو کہتے ہین اس طور پر کہ جن چیزون کا شریعت مین اذن ہے اُن چیزون پر نفس اُبہرے
شہوت کی زیادتی کو فجور کہتے ہین۔ وہ لذات نامشروعہ اور گناہون کا اختیار کرنا ہے شہوت کی کمی کو خمود کہتے ہین اور
وہ یہ ہے کہ لذات مشروعہ اور طیبات مرغوبہ سے نفس کو انقباض ہو ۱۲ مفتی شاہ دین سلّمہ ربّہ

که نه تو وه بخیلی هے نه فضول خرچ اور صراط مستقیم دونون طرفون کے مابین
خلق متوسط کا نام هے جو کسیطرف مائل نهین وه بال سے باریک هی اور جو چیز دونون
طرفون سے نهایت دور ریکهی جا ہے اوس کو وسط پر هی هونا چاہئے مثلاً ایک لوهی کا حلقه
آگ مین تپایا هوا هے ایک چیونٹی اسمین گرے جو بالطبع حرارت سے بهاگتی هے
اب وه چیونٹی مرکز پر هے ٹهریگی کیونکه محیط گرم یعنے حلقه گرم سے غایت دوری
پر وسط مرکز هی هے وه مرکز ایک نقطه هے جسکا کچهه عرض نهین پس صراط مستقیم
طرفین کا وسط هوا جسکا کچهه عرض نهین اور وه بال سے زیاده باریک هے سو سطے
اُسپر ٹهرنا قدرت بشری سے خارج هے پس هر شخص کو آگ پر وارد هونا بعد مثل
ضروری هوا جیسا که الله تعالی فرماتا هے ت۱ وان منکم الا واردها اور اسیواسطے
الله تعالی نے فرمایا هے ت۲ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم
فلا تمیلوا کل المیل کیونکه دو عورتون کی محبت مین عدل اور درجه متوسط
پر جا بیٹهنا که دونون عورتون مین سے کسیکی طرف میلان زیاده نه هو کسطرح
هو سکتا هے جب که تو نے یه بات سمجه لی تو جان لے که جب الله تعالی اپنے بندون
کے لئے قیامت مین صراط مستقیم کو خط هندسی کیطرح جسکا کچهه عرض نهین متمثل کریگا
تو هر انسان سے اُس صراط پر استقامت کا مطالبه هوگا پس جس شخص نے
دنیا مین صراط مستقیم پر استقامت کی اور افراط و تفریط یعنی زیادتی اور کمی
کی دونون جانبون مین سے کسی جانب مین میلان نه کیا وه اُس پلصراط پر
برابر گذر جائیگا ۔ اور کسیطرف کو نه جهکیگا کیونکه اوس شخص

ت۱ اور کوئی نهین هو نه پهنچیگا

ت۲ اور تم هرگز نه کر سکوگے کو گرچه اسکا کرو سو نرے پهر جاؤ ۱۲

کی عادت دنیا مین میلان سے بچنے کی تھی سو یہ اُس کی وصف طبعی نکلئے اور
عادت پانچوین طبیعت ہوتی ہے سو پل صراط پر برابر گذر جائیگا اور ثبوت
پل صراط قطعی حق ہے جیسا کہ شریعت مین وارد ہے **فصل** تو نے جو اللہ تعالیٰ
پر اور اُس کے فرشتون اور اس کی کتابون اور اسکے رسولون اور دن آخرت
پر ایمان لانے کی دلیل پوچھی سو نہ پہچاننے والے کے لئے تو اس مین کلام طویل
ہے اور پہچاننے والے کے لئے مختصر ہے کیون کہ جب تو نے معلوم کرلیا کہ تو حادث +
یعنی نو پیدا ہے اور یہ بھی معلوم کرلیا کہ جو حادث ہے پیدا کرنے والے سے مستغنی
نہین ہوتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دلیل تجھکو حاصل ہوگئی اور
یہ دو معرفتین بہت قریب الفہم ہین ایک تو یہ کہ تو حادث ہے اور دوسرا یہ حادث
خود پیدا نہین ہوتا اور جب کہ تو نے اپنے نفس کو پہچانا کہ تو ایسا

+ تو حادث اسیطرح کل افراد عالم کے حادث ہین کیونکہ عالم متغیر ہے اور کل متغیر حادث ہوتا ہے جب
حادث یعنی نو پیدا ہوا تو حادث کرنے والے کا محتاج ہوا اور حادث کرنے والا خود حادث نہین ہوگا
بلکہ واجب الوجود ہوگا۔ کیونکہ اگر حادث ہو تو وہ بھی کسی پیدا کرنے والا کا محتاج ہوگا اور
وہ دوسرا تیسرے کا یہان تک کہ یہ سلسلہ بے نہایت ہوجاوے اور جو شے متسلسل
ہوتی ہے اُس کا حاصل ہونا محال ہے اگر حاصل ہو تو خلاف مفروض لازم آتا ہے جو باطل ہی
کیون کہ اگر بے نہایت حاصل ہو تو وہ معروض للعدد ہوگا اور ہر عدد قابل تضعیف ہے
جس سے معروض للعدد کا قابل تضعیف ہونا ظاہر ہے پس جب اس کی تضعیف ہوگی تو
اس کا دوچند اس سے زائد ہوگا اور زاید کی زیادتی بعد انتہا کم کے نکلا کرتی ہے۔ جب بے
نہایت متسلسل مفروضہ کم ہو تو منتھی ہوا جب منتھی ہوا تو بے نہایت ہوا حالانکہ اُس کو بے
نہایت لیا تہا پس ضرور ہوا کہ عالم کا پیدا کرنیوالا الممکن الوجود اور حادث نہین ہوگا بلکہ واجب الوجود
ہوگا وہی خدا تعالیٰ کی ذات ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ ۱۲ +

جوہر ہے کہ اللہ تعالی کی معرفت اور غیر محسوس چیزون کی پہچان تیرا خاصہ ہے
بدن تیری ذات کے لئے قوام نہین اور بدن کا معدوم اور منہدم ہونا تجھکو
معدوم نہین کریگا اب تونے یوم آخر یعنی قیامت کو دلیل کے ساتہ معلوم کرلیا
کیونکہ کلام مذکورہ سے بھی ثابت ہوا کہ تیرے لئے دو یوم ہین ایک یوم
خاص جسمین تو جسم کے ساتہ مشغول ہے اور ایک یوم آخر ہے جس مین تو
جسم سے الگ ہوگا اسلئے کہ جب تیرا قوام جسم کے ساتہ نہین ہے اور تونے
موت کے ساتہ اس جسم کی مفارقت کی سو یوم آخر ہوگیا اور جب معلوم کرلیا
کہ تونے جسم کی مفارقت سے محسوس چیزون کی مفارقت کی اب تو یا خدا
تعالی کی معرفت کے ساتہ منعم رہیگا جو تیری ذات کا خاصہ ہے اور مقتضائے
طبع اصلی کے تیری لذتونکا منتہا ہے بشرطیکہ طبیعت کو شہوات کیطرف میلان ہو اور
یا اللہ تعالی سے جو باعتبار طبع اصلی کے تیری خواہشونکا منتہا ہے حجاب کے ساتہ
معذب رہیگا جو مابین تیرے اور تیری مراد کے حائل ہوگا اور تجھے معلوم ہے
کہ معرفت کے اسباب ذکر و فکر اور غیر اللہ سے اعراض کرنا ہے اور جو مرض
خدا تعالی کی معرفت سے مانع ہے اسکا سبب شہوتین اور دنیا کی حرص ہے
اور یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالی قادر ہے کہ اپنے عام بندون کو
کشف کے واسطہ سے معرفت نہ دے جیساکہ اپنے خاص بندونکو
دی ہے اور یہ بھی تجھکو معلوم ہے کہ اللہ تعالے نے اُن
کو یعنے اپنے خاص بندون کو کشف کے ذریعہ سے معرفت دی

اب تجھکو رسولون کی معرفت دلیل کیساتھ حاصل ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہی کہ
انبیا علیہم السلام کو معرفت الفاظ اور عبارتون کے ساتھ ہوتی ہے جو الفاظ
اور عبارتین انکو وحی کے وسیلہ سے سنائی جاتی ہین خواہ سوتے ہو خواہ
جاگتے اب اس سے تجھکو خدا کی کتاب پر ایمان حاصل ہوگیا اور جب تو نے
اس بات کو معلوم کرلیا کہ اللہ تعالی کے افعال دو قسم پر منقسم ہین ایک وہ
افعال ہین جن کو بلا واسطہ کیا اور ایک وہ جن کو وسیلے سے کیا اور اس کے
وسایط کے مراتب مختلف ہین وسایط قریبہ تو مقربین ہین جنکو ملائکہ کہتے ہین
اور ملائکہ کی معرفت دلیل کی رو سے نہین ہوسکتی اور اس مین کلام طویل ہے
اور رسولون کا تصدیق جو تو نے دلیل کے ساتھ معلوم کرلیا ان کی خبر ہے ملائکہ
کے لئے کافی ہے اسپر اکتفا کر کیون کہ یہ بھی ایمان کے درجون مین سے ایک درجہ

۱؎ انبیا علیہم السّلام کے باب مین فرقہ براہمہ کا خلاف ہے کیونکہ یہ فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ انبیا
کے بھیجنے مین عقل کے ہوتے کچھ فائدہ نہین ہم کہتے ہین کہ عقل سے وہ کام معلوم نہین ہوتے جو آخرت
مین جو آخرت مین موجب نجات ہین اور نہ مستقل طور پر اعمال نیک و بد پر ثواب و عذاب کی
تفصیل عقل معلوم کرسکتی ہے اسیطرح کبھی بعض افعال نیک ہونے اور کبھی بد ہونے کو عقل بلا واسطہ
انبیا کے معلوم نہین کرسکتی اس لئے ہماری بہبودی دنیوی و نجات اخروی حاصل کرنے کے
لئے انبیا علیہم السّلام کا جن کو خدا تعالی نے بلا واسطہ کسی دیگر ان کے صرف کشف کے ذریعہ
سے معرفت دی اور تصدیق نبوت کے لئے معجزات عطا فرمائے مفید ہونا اظہر من الشمس ہے
جب مفید ہونا ظاہر ہے اور معجزات سے ان کی تصدیق ثابت ہے پس نجات اخروی کے حاصل
کرنے کے لئے ان پر ایمان لانا واجب ہے ۱۲ ابوالحسن مفتی شاہ دین پ سلمہ ربہ۔

+ فلسفیون کا عقیدہ ملائکہ کے بارہ مین بالکل باطل اور خلاف شرع ہے کیونکہ اول تو وہ جواہر
مجردہ یعنے عقول عشرہ کو دس مین منحصر کرتے ہین۔ دوسرا مادیات کے ساتھ انکا تعلق ایجاد کا

ت ۱ یَرْفَعُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوا مِنْکُم وَالَّذِیْنَ اُوْتُوالعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۔

فصل لذتین محسوسہ جن کا جنت مین ملنے کا وعدہ ہی جیسا کہ حورین اور کھانے پینے کی اور پہننے سونگھنے کی چیزین سو انکی تصدیق واجب ہے کیونکہ یہ سب ممکن ہین اور انکے ممکن ہونیکا نہین وجہ پر اعتقاد کرنا چاہئے یا تو وہ لذتین حسی ہونگی یا خیالی یا عقلی حسی لذتین تو ظاہر ہی ہین جیسے اس عالم مین ہوسکتی ہین ویسے ہی اس عالم مین کیونکہ اس عالم مین ان لذتون کا ہونا جسم کی طرف روح کے رد کرنے کے بعد ہوگا اور روح کے رد ہونے کے امکان پر دلیل کا قائم ہونا ان سب لذات حسی کے امکان کو ثابت کرتا ہے اور بعض لذتین جو عظیم الشان اور نہایت درجہ کی مرغوب الطبع ہین جیسا کہ

لیتے ہین باری تعالی سے عقل اول کا صدور بالایجاب لیکر فلک اول اور عقل ثانی کے لئے اسکو موجد ٹھہراتے ہین ۔ اور عقل ثانی کو فلک ثانی اور عقل ثالث کا موجد کہتے ہین ۔ علی ہذا القیاس دس عقلین ثابت کرتے ہین عقل عاشر کو جس کو عقل فعال بھی کہتے ہین ماتحت فلک قمر کے لئے موجد لیتے ہین جسپر بہت سے دلائل ردی انہون نے بیان کئے ہین کما لا یخفی اور ابن حزم نے ملائکہ کو ارواح بلا اجسام لیا ہے اور متکلمین نے نورانی اجسام کہا ہے صحیح قول یہی ہے کہ ملائکہ اجسام نورانی ہین اصل خلقت ان کی بنی آدم کیصورت پر نہین کیونکہ آدم کی صورت تمام مخلوقات کی صورت سے نرالی اور بہت اچھی صورت ہے چنانچہ قولہ تعالی ت ۲ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم اسپر شاہد ہے آیت کلام اللہ سے رسل ملائکہ کی شکل اصلی پر دار والی ثابت ہوتی ہے چنانچہ قولہ تعالی ت ۳ جَاعِلِ الْمَلٰئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْ اَجْنِحَۃٍ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ اس پر وال ہے ۔ ہان خدائے تعالی نے ان کو شکل بدلنے اور متشکل بشکل انسان وغیرہ ہونے کی قدرت دی ہے جیسا کہ خدائے تعالی نے حیوانات کو بخلاف نباتات کے ہیئت اور وضع بدلنے کی طاقت دی ہوئی ہے کہ کھڑے ہونیکے وقت جو وضع ہوتی ہے مثلاً بیٹھنے سے متغیر ہو جاتی ہے او یا مانند

ت ۱
بلند کرتا ہے اللہ
درجے ان لوگون
کے جو ایمان لائے
تم میں سے اور
ان لوگون کے
جو دئے گئے ہین
علم ۱۲

ت ۲
البتہ ہمنے پیدا کیا
انسان کو بہت
اچھی صورت میں
۱۲

ت ۳
جسنے ٹھہرائے
فرشتے پیغام لانے
والے جن کے
پر ہین دو دو اور
تین تین چار چار
۱۲

دودھ اور ریشمی کپڑے اور کیلے کے درخت جن کا ثمرہ نخرہ بر تہہ ہو اسکے مانع نہین ہین کیونکہ یہ لذتین ان لوگون کے لئے ہونگی جن کو حاجت اور رغبت ان مین زیادہ ہوگی اور بہشت مین جس چیز کو جسکا جی چاہے سو ہے اور ان کو وہ لوگ چاہین گے جن مین نئی خواہش پیدا ہوگی اور جو لوگ ان کو نہین چاہتے اور ان سے لذت نہین پاتے اُنمین نئی خواہش پیدا کی جاویگی کیونکہ لذتین شہوتون کے موافق ہوتی ہین جیسا کہ جماع کیصورت بدون شہوت کے لذت کو نہین چاہتی بلکہ نفرت کو چاہتی ہے۔ اللہ تعالی نے خواہشون کو پیدا کیا اور لذتون کو اُن کے موافق بنایا خدائتعالی کے دیدار کی لذت کی تصدیق وہی کرتے ہین جن کو خدا چاہے تمام نہین کرتے اگرچہ ظاہر مین تمام اقرار کرتے ہین کیونکہ جب ان مین معرفت نہین ہے تو شوق بھی نہین ہے پس اور اک لذت بھی نہین لیکن قیامت

حاشیہ

مثل خدائتعالی نے جنات کو بھی شکل بدلنے کی طاقت دی ہوئی ہے لیکن جن شیاطین کے اجسام جب کہ اجزاے ناری و ہوائی کا خلاصہ ہین اور انمین شہوت و غضب بھی ہے اسلئے ان مین احتیاج کھانے پینے اور جماع کی متحقق تھے بخلاف فرشتون کے کہ وہ گناہون سے معصوم اور کھانے پینے و جماع کی حاجت سے پاک ہین اُن کو روحانیات اور ملائکہ اور ارواح اور ملکوت سے بھی تعبیر کیا کرتے ہین اور فرشتہ کو فارسی مین سروس اور ہند مین دیوتہ بولتے ہین ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ ۔

ہین اللہ تعالیٰ اُن کے شوق اور محبت اور معرفت کو بڑہا دیگا یہانتک کہ دیدار آلٰہی کی لذت اُن کو بڑی معلوم ہوگی اور لذتون خیالی کا بھی ممکن ہونا مخفی نہین ہے جیسا کہ خوابمین مگر اتنا فرق ہے کہ خواب کی لذت جلدی منقطع ہوجانے کے سبب حقیر ہے اگر ہمیشہ رہتی تو لذات حسی اور خیالی مین کچھہ فرق نہونا کیونکہ انسان کا لذت یاب ہونا اُن صورتون مین ہوتا ہے جو خیال اور حس مین نقش پذیر ہوتی ہین نہ اُن کے وجود خارجی سے

+ خدا تعالیٰ باوجودیکہ جسم اور عوارض جسمی یعنے صورت حسی اور مقدار اور حیات و اطراف سے پاک ہے اس لئے کہ وہ ذات واجب الوجود واحد حقیقی یعنے احد ہے اور احد وہی ہوتا ہے جو کسی طرح کی قسمت اور بانٹ اس مین نہ ہوسکے یعنی اُس کے اجزا نہ نکل سکین نہ عقلیہ یعنی جنس و فصل نہ خارجیہ یعنی ہیولیٰ و صورت یا جواہر فردہ یا مقداریہ دار آخرت مین آنکھون سے دکہائی دیگا جیسا نص قطعی سے ثابت ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ت وُجُوْہٌ یَوْمَئِذٍ نَاضِرَۃٌ اِلیٰ رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ۔ لیکن یہ نرالی قسم کی رویت بصری ہوگی اس دیدار کا امکان عقل کی رو سے بھی ظاہر ہے کیونکہ دیکھنا ایک قسم کا علم اور کشف ہے مگر انکشاف مین اس سے کامل اور واضح تر ہے پس جب کہ یہ درست ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم متعلق ہے حالانکہ وہ کسی جہت مین نہین اور جیسا یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ خلق کو دیکھتا ہے اور اُن کے مقابل نہین پس یہ بھی درست ہوا کہ خلق اوس کو دیکھے اور مقابلہ نہو اور جسطرح اوسکا جاننا بدون کیفیت اور صورت کے ہوسکتا ہے اسیطرح اسکا دیدار بھی بے کیفیت و صورت و مجسم ہونے کے ممکن ہے غرض کہ عقل کی رو سے دیدار آلٰہی کا امکان ثابت اور شریعت مین اس کا صراحتاً ثبوت ہے اس لئے اس کی تصدیق واجب ہے ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہٗ ۔ ۱۲

ت اُسدن منہہ تازے ہین اپنے رب کی طرف دیکھتے ۱۲

وہ صورتیں خارج میں پائی جاویں اور حس میں نقش پذیر نہ ہوں تو لذت نہیں ہوتی اگر وہ صورت جس کا حس میں نقش ہوا ہے باقی رہے اور خارج میں پائی جاوے تو لذت ہمیشہ رہتی ہے اور قوت خیالیہ کو اس عالم میں صورتوں کے اختراع یعنی نو ایجاد کرنے کی قدرت ہے مگر اس کی صورتیں نو ایجاد کی ہوئی خیال میں ہی ہوتی ہیں۔ حواس ظاہری سے محسوس نہیں ہوتیں اور نہ قوت باصرہ میں منقش ہوتی ہیں اس لئے اگر بہت عمدہ صورت کا قوت خیالیہ ایجاد کرے اور وہ سمجھ کرے کہ یہ مشاہدہ اور حضور میں ہے تو اس صورت کی لذت بڑی نہیں ہوتی کیونکہ وہ صورت آنکھوں سے دیکھی نہیں گئے جیسا کہ خواب میں ہوتا ہے اور قوت خیالیہ کو جیسا کہ خیال میں صورت کے نقش کرنے کی قوت ہے ویسا ہی اگر قوت باصرہ میں اس کے نقش کرنے کی قوت ہوتی تو اس صورتوں کی لذت بڑھ جاتی اور وہ صورت خیالیہ بمنزلہ صورت خارجی کے ہو جاتی اور دنیا اور آخرت میں صورت کے منقش ہونے میں تو کچھ فرق نہیں ہوگا مگر اتنا ہی فرق ہوگا کہ آخرت میں قوت باصرہ میں صورت کے نقش ہونے کی کمال قوت ہوگی سو جس چیز کو دل چاہیگا وہ چیز اس کے خیال میں حاضر ہو جاویگی پس اسکا چاہنا تو اس کے خیال میں آنیکا سبب اور خیال میں آنا اس کے دیکھ لینے کا سبب ہوگا یعنی قوت باصرہ میں

نقش ہوجائیگی اور جس چیز کی اُس کو رغبت ہوگی جب اُسکا خیال کریگا وہ چیز اُسی وقت اسطرح موجود ہوگی کہ اُس کو دیکھیگا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مین اسیطرف اشارہ ہے چنانچہ فرمایا ہے اِنَّ فی الجنۃ سُوقاً یُباعُ فیہ الصُّوَر۔ سوق یعنے بازار سے یہان لطف آطی مراد ہے جو اُس قدرت کا منبع ہے جس نے ارادہ کے موافق صورتون کا اختراع و ایجاد اور قوت باصرہ مین انکا نقش ہوگا اور وہ نقش ارادہ کے دوام تک یعنی جب تک خدا چاہے باقی رہیگا ایسا منتقش ہونا نہین ہوگا جو بے اختیار دور ہوسکے جیساکہ [illegible] بے اختیار خواب مین زوال ہوجاتا ہے اور یہ قدرت [illegible] کی اوپر تشریح ہوچکی ہے بہت وسیع اور کامل ہے بہ نسبت اُس قدرت کے جو خارج حس مین ایجاد کرنے پر ہے کیونکہ خارج حس مین جو موجود ہوتا ہے وہ دو مکانون مین پایا نہین جاتا اور جب ایک شی کے سننے مین مشغول یا ایک شی کے مشاہدہ مین مستغرق ہوتا ہے تو غیر سے محجوب ہوجاتا ہے اور یہان تو بڑی ہی وسعت ہے کہ جس مین کیطرح کی تنگی اور کیطرح کی روک نہین یہانتک کہ اگر اُس نے ایک شئے [illegible] کا ارادہ کیا مثلاً ہزار شخص کا ہزار مکانمین ایک ہی حالت مین دیکھنا [illegible] تو وہ ان سب کو مختلف مکانونمین موافق

✤ جنت مین ایکبازار ہے جس مین صورتین دیکھانگی ۔ ترمذی نے بروایت علی یہی مضمون بیان کیا ہے بانذک زیادت الفاظ اسکے یہ ہین اِنَّ فی الجنۃ لسوقاً مافیھا شرئٌ ولا بیع الا الصُّوَر من الرجال و النسا[illegible] الحدیث ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ ✤

ارادہ کے مشاہدہ کریگا اور موجود خارجی کا دیکھنا ایک ہی مکان نہیں ہوتا ہے
اور امر آخرت کو یون سمجھنا چاہئے کہ اس مین بہت وسعت اور پوری
پوری خواہشین ہونگی اور وہ خواہشون کے بہت موافق ہوگا اور اسکا
صرف حس مین موجود ہونا اور خارج مین نہ پایا جاتا کچھہ اسکے مرتبہ کو نہین
گھٹاتا کیونکہ اُس کے وجود سے مقصود لذت ہے اور لذت وجود حسی سے
ہوتی ہے جب اسکا وجود حسی ہوگا تو اسکی لذت پوری پوری پائی جائیگی اور
باقی یعنی خارجی وجود تو فضلہ ہے جسکی کچھہ حاجت نہین اور امر وجود خارجی کا اس لئے
اعتبار ہوتا ہے کہ وہ مقصود کے [illegible]نے کے لئے ایک طریق ہے اور اسکا
مقصد کے لئے ایک طریق ہونا اس دنیا مین ہی ہے جو بہت تنگ اور قاصر ہے
اور عالم آخرت مین مقصد کے حاصل کرنے کے لئے طریق کی وسعت ہے کچھہ بھی
طریقہ مقرر نہین ہے اور تیسری وجہ یعنی لذت عقلی کا ممکن ہونا بھی کچھہ مخفی
نہین کیونکہ ضرور ہے کہ محسوسات لذات عقلی کی مثالین ہون جو محسوس نہین ہین
اس لئے کہ عقلی چیزین مختلف قسمون پر منقسم ہوتی ہین جیسا کہ حسی چیزین پس حیات
انکی مثالین ٹھہرین وحسی چیزون مین سے ہر ایک اس لذت عقلی کی مثال ہوگی
جسکا رتبہ اس کے برابر ہوگا مثلاً کسی شخص [illegible] مین دیکھا کہ سبزی اور
پانی جاری اور خوش نہرین دودھ اور شہد [illegible] اب کی بھری ہوئین
اور درخت جواہر اور یاقوت اور موتیون کے ساتھہ مزین اور محل سونے
اور چاندی سے بنا ہوے اور دیوارین جواہر سے مرصع خادم [illegible] جیسے اسکے آگے

خدمت کے لئے کھڑے ہین - اب اگر تعبیر کرنے والا اسکی تعبیر کریگا تو لذت اور خوشی ہی کے ساتھ کریگا اور ان سب کو ایک ہی نوع پر قیاس نہین کریگا بلکہ ہر لذت کی علیحدہ علیحدہ قسم پر محمول کریگا - بعضون سے تو لذت علم اور کشف معلومات اور بعضون سے لذت ملک اور حکومت اور بعضون سے مشہور اور ذلیل ہونا دشمنونکا اور بعضون سے دوستونکی ملاقات مراد لیگا اگرچہ ان سب کا نام لذت اور سرور رکھا ہے لیکن یہ تمام سرورون اور لذتون مین مختلف ہین ہر ایک کا مذاق علیحدہ علیحدہ ہے لذات عقلی کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہئے اگرچہ وہ لذتین عقلی نہ آنکھون نے دیکھین اور نہ کانون نے سنین اور نہ کسی بشر کے دل پر انکا خیال گذرا اور ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے لئے یہ تمام لذتین ہون اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انمین سے ہر ایک کو بقدر استعداد ملے پس جو شخص تقلید مین مشغول اور صورتون ہی مین مدہوش ہے اور حقایق کا رستہ اُس کو نہین کھلا اُس کے لئے صورتین ہی متمثل کیجائنگی اور عارف لوگ جو عالم صور اور لذات حسی کے حقایق دیکھ رہے ہین ان کے لئے عقلی سرور اور لذات کے لطائف کھولے جائنگے جو اُن کے مراتب اور خواہشون کے لائق ہون کیونکہ بہشت کی تعریف بھی یہی ہے کہ اس مین جسکا جو دل چاہے موجود ہے جب کہ خواہشین مختلف ہوئین تو عطیات اور لذات کا مختلف ہونا بعید نہین ہے اور اللہ تعالی کی قدرت وسیع ہے اور قوت بشری قدرت ربانی کے عجائبات کے احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور رحمت الٰہی نے نبوت کے وسیلہ خلقت کو اُسقدر سمجھا دیا ہے جسقدر سمجھ سکتی تھی اب جو سمجھا اسکی تصدیق واجب

ہے اور جو امور بخشش آلٰہی کے لایق ہین خواہ سمجھ مین آسکین یا نہ اُن سب کا

اقرار واجب ہے اور اُنکا ادراک نہین ہوسکتا مگر فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ

مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ یعنی سچی بیٹھک مین نزدیک بادشاہ کے جسکا سب پر قبضہ ہے

فصل اگر تو کہے کہ یہ لذتین حسی اور خیالی جن کا جنت مین وعدہ ہے

حسی اور خیالی قوتون کے ساتھ ہے اور اکمین آئین گے اور یہ تو جسمانی قوتین

ہین جسم مین ہی پیدا ہوتی ہین ایسا ہی قبر کا عذاب اور جہنم کا عذاب

جسمانی قوتون کے ساتھ ہے اور ادراک اور سمجھ مین آئیگا جب کہ روح جسم سے

الگ ہوگی اور جسم کے اجزا تحلیل ہوجائین گے اور قوی حسیہ اور خیالیہ

دور ہوجائینگے پھر کیونکر زکوۃ نہ دینے والے کے لئے گنجا سانپ متمثل

ہوگا اور کافر پر قبر مین ننانوین سانپ کس طرح مسلط ہون گے

جیساکہ حدیث شریف مین آیا ہے کیونکہ یہ دونون صورتین خیالی ہونگی یا حسی

ہونگی حس اور خیال دونو موت کے ساتھ ہی باطل ہوگئے پس انکا ثبوت کس طرح

خارجی اور اکثر معتزلہ اور بعض مرجیہ عذاب قبر کے منکر ہین اس خیال سے کہ مُردہ بیجان جسم ادراک نہین تعذیب وتنعیم اسکی محال ہے لیکن یہ خیال انکا باطل ہے کیونکہ جب ارواح کے لئے فنا نہین چنانچہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلِقتم لِلابدِ اسپر دال ہے۔ پس موت سے رفع تعلق کے بعد قبر مین دوبارہ اسکا تعلق من وجہ ہوجانا جو موجب ادراک ہے امر ممکن ہے جس سے تعذیب وتنعیم کا امکان ظاہر ہے اور جب دلائل شرعی بھی صراحتًا اسپر دال ہین اس لئے اس کی تصدیق واجب اور انکار محض جہالت ہے ۱۲ مفتی شاہ دین

بخاری بروایت ابوہریرہ باندک زیادت در آخرت ۱۲

ننانوے اژدہا کے کافر پر قبر مین مسلط ہونے کی حدیث دارمی نے بروایت ابی سعید بیان کی ہے اور ترمذی کی روایت مین ننانوین کی جگہ ستر کا عدد آیا ہے۔ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

ہوا ۹ جان کہ اس امر کا منکر وہ ہے جو حشر اجساد کا منکر ہے اور روح کا
عود کرنا جسم کی طرف محال جانتا ہے حالانکہ اُسکے محال ہونے پر کوئی تحقیقی دلیل
قایم نہین ہوئی بلکہ بعید نہین ہے کہ بعضے جسم اسی لئے بنائے گئے ہون کہ نفس
موت کے بعد ان مین حلول یعنے ان سے متعلق ہو اور یہہ بات کچھ محال

نفس کا تعلق موت کے بعد نئے اجسام کے ساتھ شرع مین ثابت ہے چنانچہ ارواح شہدا کا سبز پرندون کے
شکم مین ہونا یعنے اس جانور کے شکم سے متعلق ہونا جو جنت کی نہرون مین چلیگا اور عرش کے نیچے قندیلون مین جگہ پکڑیگا
جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے مسلم نے بروایت ابن مسعود بیان کیا ہے اور اُس سے تناسخ
باطل جسکے معتقد قائل ہین کہ دنیا مین ایک روح ایک جسم عنصری سے جو متعلق ہو اور اس روح سے اس جسم عنصری کا نشو و نما ہو بعد
رفع ہونے اس تعلق کے دوسرے جسم عنصری سے جو پہلے جسم سے مغائر ہوتا ہے متعلق ہو جاتی ہے اور اوسکا
نشو و نما کرتی ہے لازم نہین آتا کیونکہ شرع مین ارواح شہدا کا جن جانورون سے تعلق ثابت ہوتا ہے وہ جانور
اجسام عنصری نہین ہین اور نہ ان جانورون کو ان روحون سے نشو و نما ہوتا ہے بلکہ ارواح شہدا کی صرف
انسے متعلق ہو کر لذتین حاصل کرتی ہین بغیر تکلف اور محنت کے جیسا کہ گھوڑے کا سوار حالت سواری مین لذت
حاصل کرتا ہے حالانکہ مرکب یعنی گھوڑے کی روح جو اوسکے بدن مین متصرف ہے اور رہی اور سوار کی روح
اور باقی رہا ارواح شہدا کے لئے یہ خصوصیت سو اس کی وجہ یہ ہے کہ ارواح شہدا نے جب خدا کی راہ مین جان
نثار کی جو موجب جدائی بدن کی ہوئی اس لئے یہ بدن اُنکو بدلے اُس بدن کے ملا کیونکہ جزا موافق عمل کے
ہوا کرتی ہے اور اسی تلذذ وغیرہ کے حصول کی جہت سے اُن کو زندہ کہا جاتا ہے جیسا کہ
خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ت ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء
کیونکہ مرنا موجب مفارقت بدن اور مانع کسب جدید و ترقی مراتب ارواح و حصول تلذذ کا ہوتا ہے
اور ان کی ارواح کو ایک جسم سے تعلق ہو کر تلذذ حاصل ہے اسلئے ان کو ایک قسم کی حیات ثابت ہوئی اور
حیات مثل دنیاوی حیات کے نہین کیونکہ اجسام متعلقہ سے ان کو علاقہ تدبیر و تصرف کا نہین ایسی ہی تناسخ کو جو بلا تدبیر

ت ۱ اور نہ کہو جو
مارا جاوے اللہ
راہ مین کہ مردے
ہین بلکہ وہ زندہ
ہین فقط ۱۲ ۱۲

نہین تو قبر مین اور نہ قیامت مین اور جو متقدمین نے اسکے محال ہونے پر دلائل بیان کیے ہین وہ دلائل تحقیقی نہین ہین اور شرح شریف مین تو اسکا ثبوت ہے پس اسکی تصدیق واجب ہے اور فلاسفہ کے نزدیک بھی اس کے محال ہونے پر کوئی دلیل قایم نہین ہوئی اس کا ثبوت یہ ہے کہ فلاسفہ کے

تصرف کے ہو بوعلی نے محال نہین گنا اور فارابی سے اسی کی حکایت کی ہے چنانچہ طوسی نے شرح اشارات مین لکہا ہے ؎ ثم انها لا یجوز ان تکون معطلة عن الادراک فکانت مما لا یدرک الا بآلات جسمانیة فذهب بعضهم الی انها تتعلق باجسام اخر لا یخلو اما ان لا تصیر صورة لها وهذا ما ذکره الشیخ ومال الیه او تصیر نفوسا لها وهذا القول بالتناسخ الذی سیبطله الشیخ اما المذهب الاول فقد اشار الیه فی کتاب المبداء والمعاد وذکر ان بعض اهل العلم ممن لا یجازف فیما یقول واظنه یرید الفارابی قال قولا وهو ان هؤلاء اذا فارقوا البدن الخ ۔ اور جس تناسخ کا بوعلی نے استحالہ بیان کیا ہے اس سے جسم اصلی کیطرف نفس مفارقہ کا اعادہ محال ہونا ثابت نہیں ہوتا باقی رہا حکما کا وقت کو عوارض شخصیہ معتبرہ فی الوجود سے لیکر اعادہ معدوم بعینہ کے استحالہ سے حشر اجساد کا استحالہ ثابت کرنا سو بنا ئے فاسد علی الفاسد ہے کما لا یخفی غرض کہ ارواح کا اپنے ابدان مفارقہ سے ساتھ دوبارہ تعلق ہوجانا محال نہین بلکہ امر ممکن ہے اور شریعت مین قبر اور قیامت مین دوبارہ تعلق ہونیکا صراحتًا ثبوت بھی ہے اسلئے اسکی تصدیق واجب ہے ایسطرح دنیا مین انہی اجسام کے ساتھ بعض ارواح کا دوبارہ تعلق ہوجانا امر ممکن ہے چنانچہ بعض مردے بامر الٰہی دوبارہ زندہ ہوے یا حسب مذہب جمہور حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے انکی اولاد چیونٹیون کے جسامت مثل نکالکر حضرت آدم علیہ السلام کو دکھائی گئی اور ان کو الست بربکم کہا گیا جسکے جواب مین انہون نے بلی کہا جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے ؎ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم

افضل متاخرین یعنی بو علی سینا نے اپنی کتاب نجات اور شفا مین جسم کی
طرف اعادہ روح کا (نہ) محال ہونا ثابت کیا ہی اور کہاہے کہ بعید نہین ہی
کہ بعضے اجسام سماوی اسلئے بنائے گئے ہون کہ نفس موت کے بعد انمین
حلول کرے اور اُسنے اسکی ایک حکایت اپنے بڑے سے یون بیان
کی ہے کہ اس عدم اشتحالہ کے قائل بعض اہل علم ہین جو بیہودہ گو نہین
اس سے معلوم ہوا کہ بو علی کو اس قاعدہ مین شک ہے اور اُس کے
محال ہونے پر کوئی دلیل اس کے نزدیک قایم نہین ہوئی اگر یہ محال
ہوتا تو اس کے قایل کو یون نہ کہتا کہ وہ بیہودہ گو یا دروغ گو نہین کیونکہ

من ذریتہم واشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالو بلی شہدنا میں ایک توبہ ثبوت
ارواحکا تعلق اپنے اپنے اجسام سے ہوا پھر دوبارہ جب وہی اجسام بسبیل نطفہ نسلاً بعد نسل
اپنے اپنے وقت مقررہ پر ظہور مین آتے گئے ارواح کا ان سے تعلق ہوتا گیا اور یہان مذہب جمہور کی
اس لئے قید لگائی گئی کہ بعض محققین اسکے خلاف پر ہین چنانچہ زمخشری اور شیخ ابو منصور اور زجاج وغیرہم
قولہ تعالی واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظہورہم الآیہ کو باب تمثیل سے لیتے ہین اور
معنی اسکے یون کرتے ہین کہ اولادِ آدم کو اپنے باپون کی پشت سے پیدا کیا اور ان کے واسطے اولہ
اپنی ربوبیت اور وحدانیت پر قایم کین اور ان کو عقل جو ہدایت اور گمراہی مین تمیز کرنے والی ہے
دیکر گویا کہ ان کو اپنے نفس پر گواہ بنایا گیا اور ان کو الست بربکم کہا گیا اور گویا
کہ انہون نے اسکے جواب مین بلی انت ربنا کہا اور ان کی حجت یہ ہے کہ من بنی آدم من
ظہورہم خدا تعالی نے فرمایا ہے نہ کہ من ظہر آدم دوسرے کہ سوال وجواب تو کسیکو یاد
ہی نہین پھر اسکی حجت ہونیکی کیا صورت جسکا جواب بعض مفسرین کے کلام سے یہ نکلتا ہے کہ مخبر صادق کا
اس امر کو یاد دلانا خود اپنی یاد کے قایم مقام ہے جس سے اسکا حجت ہونا ظاہر ہے لیکن یہ
جواب تکلف سے خالی نہین۔ کما لا یخفی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ۔

امر محال کے قائل ہونے سے اور کونسا جھوٹ بڑھکر ہے بعض ونفاینت قایل یون کہتا ہے کہ بوعلی نے اسکا ذکر بطور تقیہ کے کیا ہے کیونکہ کتاب النفس من جو اُسنے مسئلہ تناسخ کا بیان کیا ہے اسمین نفس کے تناسخ ابدان کا استحالہ ثابت کیا ہے اور یہ بعینہ حشر اجساد کے ابطال کی دلیل ہے سو ہم یون کہتے ہین کہ تناسخ کے محال ہونیمین جو دلیل بیان کی ہے وہ دلیل تحقیقی نہین ہے کیون کہ اُس نے تناسخ کے محال ہونے مین یہ بیان کیا ہے کہ اگر روح کا اعادہ جسمکی طرف ہو تو اُسکا اس جسمکی طرف اعادہ ہوگا جو قبول کی استعداد رکھتا ہے اور جو قبول استعداد رکھتا ہے اللہ تعالی کیطرف سے روح کا اضافہ اس کیطرف ہوگیا ہے اس لئے کہ جسم مستعد بذاتہ صورت کے قبول کرنیکا مستحق ہے اور اسکا مستحق ہونا روح کے فیضان کو چاہتا ہے اور نفس مفارقہ بھی اسکے ساتہ متعلق ہوا اب ایک بدن کے لئے دو نفس ہوے اور یہ محال ہے اور اس دلیل مذکورہ کو حشر اجساد کے محال ہونے میں بھی استعمال کرسکتے ہین لیکن یہ دلیل ضعیف ہے کیونکہ ہم کہہ سکتے ہین کہ اجسام کی استعدادین مختلف ہون ایک جسم مین ایسی استعداد ہو جو نفس مفارقہ کے مناسب ہو جو اول موجود تھا یہان تک کہ وہ جسم اس نفس کے ہی تدبیر کے ساتہ مختص ہو اور نئے نفس کے فیضان کا محتاج نہ ہو کیون کہ مثلاً اگر ایک حالت مین رحمون یعنے بچہ دانون مین دو نطفہ قبول نفس کے مستعد ہون تو واجب الصور یعنے جناب آلہی سے ان کی طرف دو نفسون کا فیضان ہوگا اور ان دونون نطفون سے ہر ایک

ایک نفس کے ساتھ خاص ہوگا اور اس کا مختص ہونا اس مین نفس کے حلول ہونے کی جہت سے نہین ہے اسلئے کہ نفس کا جسم مین عوارض کیطرح حلول ہی نہین ہوتا بلکہ دونون مستعد جسمون مین سے ایک جسم کا ایک نفس کی ساتھ مختص ہونا اس مناسبت کے سبب سے ہے جو ان کے مابین اوصاف کی جہت سے ہے ایسا ہی دوسرے جسم کا دوسرے نفس کے ساتھ مختص ہونا پس جبکہ دونفس متناسبہ مین یہ اختصاص ہوسکتا ہے تو نفس مفارقہ مین جو اول سے موجود تھا اور نئے نفس مین کیونکر نہین ہوسکتا جب اس ایک جسم مستحق کو نفس مفارقہ کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی تو وہ جسم واہب الصور یعنی خدا تعالے سے نئے نفس کے فیضان کا محتاج ہی نہین ہوگا جب وہ محتاج نہ ہو تو اس پر نئے نفس کا فیضان بھی نہین ہوگا اس کلام کرنے کے لئے زیادہ تقریر ہے مین اس سے خوض نہین کرتا کیونکہ مقصود اسبات کا بیان کرنا ہی ہے کہ جو شخص حشر اجساد کا انکار کرتا ہے اُس کے لئے کوئی دلیل نہین جب اُسکے لئے کوئی دلیل نہ ہوئی تو موت کے بعد قبر اور قیامت مین اور اکات حسیہ اور خیالیہ کا ہونا سمجھا گیا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم میت کو دیکھتے ہین کہ اسکو نہ کچھ حس ہوتی ہے نہ حرکت ہم کہتے ہین کہ سکتے والے کو بھی ہم ایسا ہی دیکھتے ہین اور ہوسکتا ہے کہ ادراک ایسے چھوٹے جزء کے ساتھ قایم ہو کہ وہ جزء غیر متجزی ہو کے قریب ہو اور میت کے دیکھنے والا اسکو نہ دیکھے پس اُس میت مین حرکت کے نہ دیکھے جانے کا کچھ اعتبار نہین۔ **فصل** حدیث شریف مین جو آیا ہے کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جاتی ہین

* بخاری نے بروایت ابوہریرہؓ قریب قریب اس کے ایک حدیث بیان کی ہے اُس مین مفترکا ذکر

منتقل ہونگی اور مظلوم کی برائیین ظالم کے دفتر مین سو بعض اوقات جو شخص جوہر نبوت
کے اسرار احادیث کو نہین سمجھتا وہ اس کو محال جانتا ہی اور کہتا ہی کہ نیکیان
اور برائیان اعمال اور حرکات ہین اور اعمال و حرکات تو گذر چکے اور دور ہو گئے
پہر معدوم کا انتقال کیونکر ہوگا بلکہ اگر اعمال اور حرکات باقی رہین پہر عوارض کا
انتقال کیسے ہوگا ہم کہتے ہین کہ ظلم کے سبب نیکیون اور بدیون کا منتقل ہونا ظلم
کرنے کے وقت دنیا مین ہی ہوتا ہی لیکن اسکا انکشاف قیامت کو ہوگا پس اپنی
طاعت کو دوسرے دفتر مین اور دوسرے کی بدیون کو اپنے دفتر مین دیکھیگا جیسا کہ
اللہ تعالی فرماتا ہے ف۱ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ آخرت مین اسطرح کی ہونیکی
خبر دی حالانکہ دنیا مین بہی تو ایسا ہی ہے کچہ اسکا آخرت مین تجدد نہین ہوگا لیکن
سب خلقت کو اسکا انکشاف قیامت مین ہی ہوگا اور جس چیز کو انسان نہین جانتا
وہ چیز اُس کے لئے موجود نہین ہوتی اگرچہ وہ چیز واقع مین موجود ہو جب اُسکو
جان لیتا ہی تو اُس وقت اُس کے لئے موجود ہو جاتی ہی پس گویا ابہی اُسکے حق مین
موجود ہوئی اور اس حالت مین اسکے نئے ہونیکا اعتقاد کرتا ہی چنانچہ تجدد وجود کا وہم
کرتا ہی پس جو شخص کہتا ہی کہ معدوم کسطرح انتقال کریگا اس تقریر سے اُسکا قول ساقط ہو گیا

ف۱ کسکا راج ہی اُسدن اللہ کا ہے جو اکیلا ہے دباؤ والا ۱۲

حاشیہ: نہین مضمون حدیث بخاری کا یہ ہی کہ اگر ظالم کے اعمال صالح ہونگی بقدر ظلم کے اُسکی عمل نیک مظلوم کو دئیے جائینگے اور اگر عمل صالح نہ ہوے مظلوم کے گناہ اُس سے اُٹھا کر ظالم پر رکھے جائینگے اسمین اعمال صالح یا گناہون کے دئیے جانے سے اُن کے آثارون کا انتقال مجازی مراد ہے اس قسم کے احادیث مین بعض اہل بدعت کا قولہ تعالی اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰى الایہ کے ساتہ خدشہ کرنا یا اس قسم کے انتقال کو محال سمجہنا محض جہالت ہے ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

اور یہ بھی جواب ہے کہ طاعت کے منتقل ہونے سے اُس کے ثواب کا انتقال مراد ہے نہ خود طاعت کا منتقل ہونا لیکن جبکہ طاعت سے مقصود ثواب ہوتا اسکی مقصود نقل کے ہونے کو نقل طاعت کے ساتھ تعبیر کیا گیا اور یہ بات مجاز اور استعارہ مین شایع ہے اگر یہ کہا جائے کہ طاعت کا ثواب یا تو عرض ہوگا یا جوہر اگر عرض ہے تو اُس کے انتقال مین اشکال باقی ہے اگر جوہر ہے تو وہ جوہر کیا ہے مین کہتا ہون کہ ثواب طاعت سے اثر طاعت مراد ہے کہ دل کو نورانی کرتا ہے اور گناہ سے اُسکی تاثیر مراد ہے کہ دل کو سخت اور سیاہ کرتی ہے انوار طاعت سے تو بندہ قبول معرفت اور مشاہدۂ حضرت ربوبیت کا مستعد ہوتا ہے اور سخت اور سیاہ دلی مین مشاہدۂ جمال الٰہی سے دوری اور حجاب کا مستعد ہوتا ہے سو طاعات دل کے نور اور صفائی کے وسیلہ سے لذت مشاہدہ کو پیدا کرتی ہین اور گناہ دل کی ظلمت اور سختی کی جہت سے حجاب کو پیدا کرتے ہین اب نیکیون اور بدیون کے اندر دون مین تعاقب اور تضاد ٹھہرا اسی لیے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئٰتِ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فرماتے ہین اَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا اور تکلیفین گناہون کو مٹا دیتی ہین چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ۔ ان الرجل ثیاب علی کل شئ حتی الشوکة تصیب رجله

ؔ مشاہدہ کا درجہ بعد طی کرنے منازل سلوک کے حاصل ہوتا ہے جن مین سے اول منزل توبہ ہے دوسری تزکیہ و تصفیہ نفس صفات ذمیمہ کو دور کرنے اور صفات حمیدہ کے حاصل کرنے سے بعد اسکے دوام ذکر لسانی و قلبی و روحی و سری یعنی ناسوتی و ملکی و جبروتی ان منازل کے طی کرنیکے بعد سالک کو مشاہدہ حضرت ربوبیت کا ہوتا ہے اللہم ارزقنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے احسان یعنی اخلاص کے بیان مین جو فرمایا ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ چنانچہ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے تو اس مین حالت اعلیٰ کو صوفی مشاہدہ کہتے ہین اور دوسری حالت کو حضور قلبی سے نامزد کرتے ہین ۱۲ ۔ ابو الحسن مفتی شاہ دین سلمہ ربہ ؔ

ت البتہ نیکیان دور کرتی ہین بدیون کو ۱۲ ح ۱ مدی کر پیچھے نیکی کرکہ مٹا دیگی اسکو ترمذی باسناد زیادہ در اول و آخر ۱۲ ح ۲ یعنی آدمی بدلا دیا جاتا ہے ہر چیز پر یہانتک کہ کانٹے پر بھی جو اسکے پاؤن کو لگے ترمذی نے بہت روایت کیا ہے عائشہ سے بھی نہیں ربا بلکیا انفاظ اسکے یہ ہین قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصیب المومنین شوکة فما فوقہا الا رفعہ اللہ بہا درجة وحط بہا

خ ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ

اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کفارات لا ثامہا یعنی تکلیفین موجب کفارہ ہین تکلیف زدون کے لئے سو ظالم ظلم کے سبب خواہش نفسانی کا اتباع کرتا ہے اُس سے اُسکا دل سخت اور سیاہ ہوجاتا ہے اور طاعت کی جہت سے جو اُس کے دل مین اثر نور کا تہا دور ہوجاتا ہے پس گویا کہ اُس کی طاعت ہی چھنی گیی اور مظلوم تکلیف پاتا ہے اور خواہش نفسانی اُس کی دور ہوجاتی ہے اس سبب سے اُس کا دل روشن ہوجاتا ہے اور سیاہی اور سختی دل کی جو اُسکو نفسانی خواہشون کے اتباع سے حاصل تہی دور ہو جاتی ہے اب گویا کہ نور ظالم کے دل سے مظلوم کے دل کی طرف منتقل ہوا اور سیاہی نے مظلوم کے دل سے ظالم کے دل کیطرف انتقال کیا نیکیون اور بدیون کے انتقال سے یہی مراد ہے اگر کہا جاوے کہ یہ تو انتقال حقیقی نہین بلکہ اس کا حاصل یہ ٹہرا کہ ظالم کے دل سے نور باطل ہوگیا اور مظلوم کے دل مین اور نیا نور پیدا ہوا اور مظلوم کے دل سے تاریکی دور ہوگیی اور ظالم کے دل مین ایک نئی تاریکی پیدا ہوگیی یہ انتقال حقیقی نہین ہم کہتے ہین کہ لفظ نقل کبہی اس قسم پر بہی بطور مجاز اور استعارہ کے بولا جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے اِنْتَقَلَ الظِّلُّ مِنْ مَوضِعٍ اِلیٰ

٭ یہان دلسے مراد لطیفہ قلب یعنی روح ہے نہ کہ مضغہ صنوبری کیونکہ نیکی یا گناہ کے کرنے سے قلب لحمی روشن یا سیاہ نہین ہوتا بلکہ لطیفہ قلب سیاہ ہوتا ہے اور عرف اہل شرع مین حقیقتًا قلب اسی کو کہتے ہین اُسکا تعلق قلب لحمی سے جسکو باعتبار لغت کے قلب کہا جاتا ہے ایسا ہے جیسا کہ قوت بینائی کا تعلق چشم ظاہری سے جن لوگونکو علم شریعت یعنی علم تکلیفات شرعیہ علم طریقت یعنی معرفت معاملات قلوب علم حقیقت یعنی وریافت مکاشفات اسرار روح حاصل ہے وہ قلب حقیقی کی حقیقت اور نیکی اور گناہ سے اُس کی صفا اور مکدر ہونیکو خوب پہچانتے ہین ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

موضع یعنی سایہ نے ایک جگہ سے دوسرے جگہ کیطرف انتقال کیا اور یہ بھی بولا
جاتا ہے انتقل نور الشمس والسراج من الارض الی الحایط ومن الحایط
الی الارض یعنی آفتاب اور چراغ کی روشنی زمین سے دیوار کیطرف اور دیوار
سے زمین کیطرف منتقل ہوئی اور مثلاً جب حرارت موسم گرما مین زمین پر
غالب ہوتی ہے تو طبیعی یون بولتا ہے انحزمت البرودۃ الی باطنہا اور
انضرام انتقال ہی کو کہتے ہین اور جیسا کہ بولتے ہین نقلت ولایۃ القضا
والخلافۃ من فلان یعنی قضا اور خلافت کی ولایت فلانے سے
فلانے کیطرف منتقل ہوئی ان سب قسمون کو نقل ہی کہتے ہین
پس نقل حقیقی تو یہ ہے کہ جو چیز محل ثانی مین حاصل ہوئی ہے بعینہ
وہی چیز ہو جو محل اول سے نکلی ہے اگر وہ چیز اُسکے ہم مثل ہو
اور بعینہ وہ نہ ہو تو اس قسم کو مجازاً نقل کہتے ہین نقل طاعت سے
بھی اس قسم کی نقل مراد ہے اور نقل طاعت مین آنی ہی بات
ہے کہ طاعت سے کنایۃً ثواب مراد ہے جیسا کہ سبب سے کنایۃً
مسبب مراد ہوتا ہے اور ایک وصف کا ایک محل مین ثابت ہونا
اور اُسی وصف سے ہم مثل کا دوسرے محل مین باطل ہونے کا نام
نقل رکھا گیا یہ سب بول چال مین مشہور ہے اگر اس مین شرع
وارد نہ ہوتی تو بھی اس کے معنے دلیل کے ساتھ معلوم ہین جب
شرع مین بھی اسکا ثبوت ہو گیا پھر کیونکر ثابت نہ ہو فصل
خواہمین حق سبحانہٗ تعالی کے دیدار کا تو نے سوال کیا جس مین لوگ مختلف
ہو رہے ہین پس جان لے کہ جب اس مسئلہ کی حقیقت کا انکشاف ہو جاوے تو

کچھ خلاف اسمین متصور نہین ہوتا حق تو یہ ہے کہ ہم بولتے ہین کہ اللہ تعالی
خواب مین دیکھا جاتا ہے جیسا کہ بولتے ہین کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا
خوابمین دیدار ہوتا ہے اب خوابمین† رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے
کیا معنی سمجھے جائین شاید جس عالم کی طبیعت عام لوگون کی طبیعت سے
قریب ہے وہ یہ سمجھے کہ جس شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ
وسلم کو خوابمین دیکھا اُس نے حضرت کا جسم مبارک ہی دیکھا جو مدینہ منورہ
کے روضۂ مقدس مین رکھا گیا ہے کہ قبر کو شق کر کے حضرت ایک مکان کی
طرف تشریف لائے سو ایسے عالم سے بڑھکر جاہل کونسا ہوگا کیونکہ کبھی خوابمین
ایک شی ایک رات مین ایک ہی حالت مین ہزار جگہ دیکھی جاتی ہے
پھر کب ہو سکتا ہی کہ ایک شخص ایک ہی حالت مین مختلف صورتون کیساتھ یعنی بوڑھا
اور جوان اور دراز قد اور کوتاہ قد تندرست اور بیمار ہو اور ان تمام صورتونمین دیکھا

ن
خدا تعالی

عہ یعنے اگر دس ہون تو ایک دو ہی حالت مین ایک کو دوسری جگہ دیکھ سکتا ہے ۱۲

† خوابمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی کیفیت اور حدیث مین من رانی فی
منام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی کے معنے مین بعض علما کا اختلاف نووی وغیرہ نے
کہا ہے کہ بعض فقد رانی کے یہ معنی لیتے ہین کہ رؤیا صحیحہ یعنے خواب اسکی صحیح ہے اضغاث احلام یعنی خوابہای شوریدہ
وتسویلات شیطان سے نہین بعضون نے یہ کہا ہے کہ فقد رانی یعنی فقد ادرکنی اور ادراک کیلئے قرب مسافت اور
جسکو دیکھا جاے اسکا زیر زمین یا بالا زمین ہونا شرط نہین بلکہ موجود ہونا شرط ہے اور جسم آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا تو موجود ہی ہے پس اسی کی رویت خوابمین ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہے صورت مخصوصہ پر اگر
ہوتی تو رویا حقیقۃ ہی ورنہ رویا تاویل اور بعضون نے کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوابمین
دیدار خواہ صورت مخصوصہ ہو یا غیر مخصوصہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت حقیقت ہی ہے کیونکہ وہ صورت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کی مثال ہے صحیح قول یہی ہے کما لا یخفی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

جاھئے جس شخص کی حماقت اس حد تک پہنچ گئی وہ تو عقل سے خارج ہی اور مخاطب
ہونے کے لایق نہین اب شاید وہ یہ کھے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو خوابمین دیکھتا ہے وہ آپ کی مثال کو دیکھتا ہے جسم مبارک کو نہین دیکھتا اب وہ
یا تو مثال جسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کہیگا یا مثال روح مبارک کی جو صورت اور
شکل سے پاک ہے اگر مثال جسم کی کہے جو گوشت اور ہڈی اور
خون ہے ہم کہتے ہین جسم تو بذات خود محسوس ہے اس کی تمثیل
کی کیا حاجت پھر جس نے موت کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ
وصحبہ وسلم کے جسم مبارک کی مثال کو دیکھا اور روح کو نہ دیکھا اس نے تو
نبی علیہ السلام کو نہ دیکھا بلکہ جسم کو دیکھا جو نبی علیہ السلام کی حرکت دینے کے
ساتھ متحرک تھا کیونکہ نبی روح سے مراد ہے نہ کہ ہڈیون اور گوشت سے
پس کیونکر جسم کی مثال دیکھنے سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے
دیکھنے سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والا ہوگا بلکہ حق
تو یہ ہے کہ وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روح مقدس کی مثال
ہے جو محل نبوت ہی اور جو کوئی شکل دیکھی ہے وہ حقیقت مین روح کی مثال ہے
وہ حضرت نبی علیہ السلام کی روح اور اسکا جوہر ہے جسم نہین ہے اگر کہا
جاوے کہ حضرت علیہ السلام کے اس قول کے کیا معنے ہوے جو
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح ا مَنْ رأنی
فی مَنَام فقد رأنی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی اس حدیث سے یہی مراد ہے کہ جو اسنے دیکھا وہ مثال ہے کہ معرفت
حق کیلئے میرے اور دیکھنے والے مین واسطہ ہوگئے پس اب جیسا کہ جوہر نبوت یعنی روح

ح ا
جس نے مجھ کو خواب
دیکھا اسنے مجھ کو
دیکھا بخاری رح
بروایت ابوہ
باندک زیادت
آخر ۱۲ ۱۲ ۲

مقدس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بعد مفارقت حضرت کے باقی ہے
رنگ اور شکل اور صورت سے پاک ہے لیکن مثال مطابق کے وسطہ
سے اُمت کو اس روح کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے اور وہ مثال ایک شکل
ہوتی ہے جو اُسکے لئے رنگت اور صورت ہوتی ہے اگرچہ جوہر نبوت
یعنی روح شکل اور صورت اور رنگت سے منزہ ہے اب ایسا ہی ذات
باری تعالیٰ شکل اور صورت سے پاک ہے لیکن بندہ کو جو اس کی معرفت حاصل
ہوتی ہے تو مثال محسوسہ کے وسطے سے ہوتی ہے وہ مثال محسوسہ خواہ قسم نور سے
ہو یا اُس کے سوا کوئی اور قسم صور تو نہیں جمیلہ ہیں سے ہو جو اُس جمال حقیقی منقبول کے
مثال بن سکتی ہو جس کی کچھ صورت اور رنگت نہیں سو یہ مثال صادق
معرفت کے لئے واسطہ ہو۔ اب جو دیکھنے والا کہے کہ ہیں نے اللہ تعالیٰ کو
خواہیں دیکھا اس کے یہ معنی نہیں کہ مینے اللہ تعالیٰ کی ذات اور روح اور جسم کو دیکھا
بلکہ اُس کے یہ معنے ہیں کہ مینے اس کی مثال دیکھی اگر کہا جاوے کہ نبی علیہ السلام

* مثال مطابق کے کہنے سے مثال کاذب (یعنی غیر مطابق) احتراز ہوگیا کیونکہ مثال کاذب نفس لامر
ین نبی علیہ السلام کی مثال نہیں پر اس مثال کے دیکھنے پر جزا ندکور مرتب نہیں ہوتی منہ ۱۲

* ذات باریتعالیٰ کی شکل و صورت سے پاک ہے کیونکہ شکل اور صورت خواص اجسام سے ہے جو بوسطہ کمیات
اور کیفیات و احاطہ حدود نہایات کے حاصل ہوتی ہے اور باریتعالےٰ تو جسمیت سے مبرا ہے اس لئے کہ جسم مرکب
ہوتا ہے اجزا سے اور ہر مرکب وجود میں محتاج ہوتا ہے اپنے اجزا کی طرف اور خداتعالیٰ واجب الوجود ہے اور احتیاج
منافی وجوب کی ہے جب جسمیت سے پاک ہوا تو خواص جسمیت یعنی شکل و صورت سے بھی پاک ہوا ایس خواہیں
دیدار باری تعالیٰ کا کسی صورت میں ہونا جیسا کہ نور وغیرہ صور جمیلہ میں اس کو تجلی مثالی پر حمل کیا جائے
گا کیونکہ تجلی حقیقی پر اس کا محمول کرنا محال ضروری ہے ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہٗ۔

کے لئے تو مثال ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو کوئی مثل نہیں ہم کہتے ہیں کہ
یہ تو مثل اور مثال میں فرق نہ سمجھنے کی بات ہو مثل تو وہ ہو کہ تمام صفتوں
میں مساوی ہو اور مثال میں تمام صفات میں مساوات کی حاجت نہیں کیونکہ
عقل† ایسی شی ہو کہ کوئی اور شی حقیقت میں اسکے ہم مثل نہیں ہو اور ہم کو جائز ہو
کہ عقل کی مثال آفتاب بیان کریں اسواسطے کہ عقل اور آفتاب میں ایک امر کی
مناسبت ہو وہ یہ ہو کہ نور آفتاب سے محسوسات† کا انکشاف ہوجاتا ہو جیسا کہ نور
عقل‡ سے معقولات کا سو اسیقدر مناسبت مثال کے لئے کافی ہو بلکہ سلطان کی
مثال شمس ہو اور وزیر کی مثال قمر۔ سلطان اپنی صورت اور معنی میں آفتاب
کے مماثل نہیں اور نہ وزیر چاند کے ہم مثل ہو مگر یہ بات ہو کہ سلطان کو سب پر
غلبہ ہوتا ہو اور سب کو اسکا اثر پہنچتا ہو اسیقدر میں آفتاب کو اس سے مناسبت
ہو اور چاند اثر نور کے فیضان کے لئے آفتاب اور زمین کے درمیان واسطہ ہو جیسا
کہ نور عدل کے فیضان کے لئے وزیر بادشاہ اور رعیت کے درمیان واسطہ ہوتا
ہو یہ تمثال ہوئی نہ کہ مثل اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو ف ۱ اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ

ف ۱
اللہ روشنی ہے آسمانوں
اور زمین کی کہاوت اسکی
روشنی کی جیسے ایک طاق
اسمیں چراغ ہے وہ
شیشہ میں شیشہ جیسے
تارا ہے چمکتا تیل جلتا
اس میں ایک درخت
کے سے وہ زیتون
نہ سورج نکلنے کی
نہ ڈوبنے کی طرف
اسکا تیل کہ سلگ
ابھی نہ لگی ہو آگ
روشنی پر روشنی

† محسوسات کے انکشاف کو علم حسی سے تعبیر کیا کرتے ہیں اکثر شعور کا اطلاق بھی اسی پر آیا ہے اسی لئے حواس کو مشاعر کہا جاتا ہے ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

‡ عقل صفت علمی کو بھی کہتے ہیں کما مر۔ اور ایک قوت کو بھی کہتے ہیں جو قلب حقیقی انسان میں بمنزلہ نور کے ہے جسکے باعث علوم نظری کے قبول کرنے اور خفیہ صناعات فکری کے سوچنے کی اسکو استعداد ہوتی ہے اس کی مثال نور آفتاب کے ساتھ بیان کی جاتی ہے کیونکہ نور عقل معقولات کے ادراک کا ذریعہ ہے جیسا کہ نور آفتاب محسوسات کے انکشاف کا وسیلہ ہے۔ ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ
کَاَنَّهَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَکَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا
غَرْبِیَّةٍ یَّکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔
اب خدا تعالیٰ کے نور اور مشبہ اور طاق اور درخت اور روغن میں کونسی مماثلت
یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ت ا اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌ
بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا الیٰ آخرہ اس آیت میں قرآن
شریف کی تمثیل بیان کی توصیف قدیم ہے جس کی کوئی مثل نہیں پھر پانی اسکی
کیوں مثل ہو گیا اور اکثر خوابیں حضرت علیہ السلام کو دکھائی گئیں جیسا کہ
دودھ اور حبل یعنی رسّی کو دیکھا اور فرمایا کہ دودھ † اسلام ہے اور حبل قرآن
شریف اور بہت مثالیں ہیں جنکا کچھ شمار نہیں اب دودھ اور اسلام میں کچھ
مماثلت نہیں اور نہ حبل اور قرآن شریف میں لیکن انکے درمیان مناسبت
ہے اور وہ یہ ہے کہ حبل یعنی رسّی کے ساتھ تو نجات دنیاوی کے لئے چنگل مارا
جاتا ہے اور قرآن شریف کے ساتھ نجات آخرت کے لئے اور دودھ غذا ہے
جس سے ظاہری زندگانی ہے اور اسلام وہ غذا ہے جس سے حیات باطنی ہے یہ تمام
مثالیں ہیں مثلیں نہیں بلکہ ان چیزوں کے لئے تو کوئی مثل ہی نہیں۔
اللہ تعالیٰ کے بھی کوئی مثل نہیں لیکن اسکے لئے مثالیں ہیں
جو بسبب مناسبات عقلیہ کے اللہ تعالیٰ کی صفات سے خبر دیتی ہیں کیونکہ
جس وقت ہم مرید کو سمجھائیں گے کہ اللہ تعالیٰ چیزوں کو کس طرح پیدا کرتا ہے

ت ا اتارا آسمان سے پانی پھر بہے نالے اپنے اپنے موافق پھر پر لایا وہ نالہ جھاگ پھولا ہوا ۱۲

† بخاری مسلم نے بروایت ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب میں دودھ کے دیکھنے کی حدیث بیان کی ہے مگر اس میں تعبیر دودھ کی علم کرتا ہے علم اور دودھ میں بھی یہی مناسبت ہے کہ دودھ غذا ہے حیات ظاہری کا ہے اور علم غذا ہے حیات قلب ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

اور کسطرح انکو جانتا ہے اور کس طرح انکی تدبیر کرتا ہے اور کسطرح کلام کرتا ہے
اور کسطرح کلام بذاتہ قایم ہوتی ہے ان سب کی مثال انسان کے ساتھ ہی بیان
کرینگے اگر انسان اپنے نفس میں ان صفتوں کو نہ سمجھتا تو اللہ تعالی کے حق
میں بھی ان کی مثال اُسکی سمجھہ میں نہ آتی مثال اللہ تعالی کے حق میں حق ہے
اور مثل باطل اگر کہا جاوے کہ اس تحقیق سے تو اللہ تعالی کا دیدار خواب میں ثابت
نہیں ہوتا بلکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی خواب میں نہ دیکھا جانا
ثابت ہوا کیونکہ جو دیکھا گیا ہے وہ تو مثال ہے اُسکا عین نہیں پس رسول مقبول صلی
اللہ علیہ وسلم کے قول مَنْ رَأٰنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَأٰنِی میں ایکطرح کا مجاز ہوا
معنے اسکے یہ ٹھہرے کہ جس نے میری مثال کو دیکھا گویا اُسنے مجھہ کو دیکھا اور جو اُسنے
مثال سے سنا گویا اُسنے مجھہ سے سُنا ہم کہتے ہیں کہ جو شخص کہتا ہے رَأَیْتُ اللّٰہَ فِی الْمَنَامِ
اُس کی بھی مراد ہوتی ہے اور یہ مراد نہیں ہوتی کہ اُسنے اللہ تعالی کی ذات کو دیکھا
جب کہ اسبات پر اتفاق ہوا کہ اللہ تعالی کی ذات اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات
نہیں دیکھی جاتی اور ان مثالوں کا دیکھا جانا جائز ہے جنکو سونیوالا خدا تعالی کی
ذات اور نبی علیہ السلام کی ذات اعتقاد کرتا ہے اب اسکا انکار کیونکر ہو سکے باوجودیکہ
خوابوں میں اسکا وجود ہے جس شخص نے اس مثال کو خود نہ دیکھا ہوگا اُسکو اُن لوگوں
سے خبر متواتر پہنچی ہوگی جنہوں نے ان مثالوں کو دیکھا ہے اور مثال معتقدہ کبھی تو
سچی ہوتی ہے اور کبھی جھوٹی اور سچی مثال کو تو اللہ تعالے دیکھنے والے اور نبی علیہ
السلام کے مابین بعض امور کے معلوم کرنے کے لئے واسطہ بنا دیا ہے اور اللہ تعالے

قادر ہے کہ ایسا ہی واسطہ اپنے اور بندہ کے درمیان خیر کے فیضان اور ایصال حق کے لئے پیدا کرے سو یہ واسطہ پیدا کرنا تو موجود ہی ہے اسکے امکان کا کس طرح انکار ہو اگر کہا جاوے کہ اس مجازی اطلاق کا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تو اذن ہو گیا ہے اللہ تعالی کے حق میں تو وہی اطلاقات جائز ہیں جنکا اذن ہو ہم کہتے ہیں کہ اسکے اطلاق کا بھی اذن وارد ہو گیا ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ ح یہ قول حضرت کا ان اخبار میں ہے جو اللہ تعالی کے لئے اثبات صورت میں وارد ہیں کقولہ خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اور اسی طرح اس سے صورت ذات کی مراد نہیں ہے کیونکہ ذات کے لئے تو صورت ہی مگر باعتبار اُس تجلی کے جو مثال کے ساتھ ہے جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحیہ کلبی کی صورت اور دیگر صورتوں میں ظاہر ہوئے یہاں تک کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ کو کئی دفعہ دیکھا حالانکہ صورت حقیقی میں دو دفعہ ہی دیکھا ہے اور جبرئیلؑ کا وحیہ کلبی کی صورت میں متمثل ہونا اس اعتبار سے نہیں ہے کہ جبرئیلؑ کی ذات وحیہ کلبی کی ذات کے ساتھ

ح ۱ میں نے اپنے رب کو بہت اچھی صورت میں دیکھا ۱۲ دارمی بروایت عبدالرحمن بن عائش بزیادت در آخر ۱۲

✝ اِس اذن پر وہی حدیث دلیل ہے جو اول گذری یعنی قول علیہ السلام مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ ۱۲

✝ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے صورت حقیقی میں دو دفعہ دیکھا ایک دفعہ کوہ حرا کے دوسری دفعہ معراج کی رات میں چنانچہ بخاری ومسلم نے بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضہ بیان کیا ہے ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

✝ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے وحیہ کلبی کی صورت میں متمثل ہو کر آنے کی حدیث بخاری ومسلم نے بیان کی ہے بروایت اسامہ بن زید ✝

منقلب ہو گئی بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ صورت ایک مثال ظاہر ہوئی جو جبرئیلؑ کی طرف سے پیغام الٰہی کو ادا کرتی تھی ایسا ہی قولہ تعالیٰ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (یعنے پھر بن آیا جبرئیلؑ مریمؑ کے آگے آدمی پورا) پس جب کہ یہ متمثل ہونا جبرئیلؑ کی ذات میں استحالہ اور انقلاب نہ ہوا بلکہ جبرئیل اپنی صفت اور حقیقت پر ہی رہے اگرچہ نبی علیہ السلام کو وحیہ کلبی کی صورت میں ظاہر ہوئے ایسا ہی یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال نہیں خواہ بیداری میں ہو خواہ خواب میں اب اطلاق صورت کا جائز ہونا خبر کی جہت سے ثابت ہوا اور سلف سے بھی باریتعالیٰ پر صورت کا اطلاق ثابت ہوتا ہے اس میں بہت سے اخبار اور آثار منقول ہیں اگر اخبار و آثار سلف سے اسکا بولنا ثابت نہ ہوتا تب بھی ہم کہتے کہ جو لفظ اللہ تعالیٰ کے حق میں صادق ہو اور سننے والے کے نزدیک خطا کا وہم نہ ڈالے بلا تحریم اور منع اسکا باریتعالیٰ پر بولنا جائز ہے اور دیدار الٰہی کو لفظ سے بھی کبھی تعبیر بت

---

† حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حضرت بی بی مریم علیہا السلام کے پاس آدمی کی شکل میں آنا اسوجہ سے تھا کہ حضرت بی بی مریمؑ کو کلام سننے میں انسے انسیت ہو۔ مریم کے معنی لغت عبرانی میں خادم کے ہیں چونکہ آپ کی والدہ نے انکو بیت المقدس کی خدمت کیلئے نذر کیا تھا اس لئے انکا نام مریم ہوا۔ جبرئیل کے لفظی معنی عبداللہ کے ہیں کیونکہ جبر یعنے بندہ بے اختیار اور ایل یعنے اللہ ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن جریر و ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباسؓ و عکرمہؓ و علقمہؓ سے مروی ہے۔ حضرت جبرئیل کو روح القدس بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث صحیح میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم سے روایت ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

استعمال ان باتوں کے نزدیک دیدار ذات کا وہم نہیں پڑتا اگر ایسا شخص فرض کیا جاوے
جو اسکے نزدیک اس قول سے حق کے برخلاف وہم پڑے تو اُس کے ساتھ یہ قول
بولنا لایق ہی نہیں ہے بلکہ اُسکے لئے اسکے معنی کی تفسیر کی جائیگی جیسا کہ ہم کو جائز
نہیں ہے کہ بولیں کہ ہم اللہ تعالی کو دوست رکھتے ہیں اور اُسکا ملنا چاہتے ہیں
کیونکہ ان اطلاقات سے کتنے لوگوں کو خیالات فاسدہ سمجھ میں آئے ہیں اور اکثر
لوگ ان اطلاقات سے وہی معنی سمجھتے ہیں جو ہمنے ذکر کئے ہیں اور انکو کچھ خیال
فاسد نہیں ہوتا سوان اطلاقات میں مخاطب کے حال کی رعایت کی جائیگی جہاں
مبہم نہو وہاں بغیر کشف اور تفسیر کے بولنا جائز ہے اور جہاں مبہم ہو وہاں تفصیل
اور کشف ضروری ہے فی الجملہ اس بات پر اتفاق ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالی کی
ذات نہیں دیکھی جاتی اور جو دیکھی جاتی ہے اُس کی مثال ہے اور اس بات میں
اختلاف ٹھہرا کہ بولنا لفظ دیدار کا اللہ تعالی کی ذات پر جائز ہے یا نہیں اب
جو شخص گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالی کے حق میں مثال کا ہونا محال ہے سو یہ گمان
اسکا خطا ہے بلکہ ہم اللہ تعالی اور اُسکی صفات کے لئے مثال بیان کرتے ہیں
اور اُس کی ذات کو مثل سے پاک اور منزہ جانتے ہیں نہ کہ مثال سے۔

فصل جبکہ روح کی حقیقت سے واقف ہو گیا تو ثواب و عذاب قبر بھی جان سکتا ہے
روح جب بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو قوت وہمیہ بھی بدن سے چلی جاتی ہے اور بدن
کی ہیئات میں سے کوئی چیز روح کے ساتھ نہیں رہتی اور یہ تجھکو معلوم ہو چکا ہے کہ قوام
روح کا بغیر بدن کے بھی ممکن ہے۔ ہر شخص کو اپنے مرنے اور دنیا سے جانیکا

علم رہتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ خود ہی مرا اور اپنا ہی بدن دفن ہوا جسطرح کہ
زندگی میں جانتا تھا قبر میں وہ اپنے اعمال نیک و بد کی جزا پاویگا ہر ایک کے
انکے اعمال کے لحاظ سے قبر یا تو باغ ہے یا گڑھا بمصداق حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے القبر اما روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران
اگر وہ نیک بخت ہے تو فراغ بالی و نیک حالت یعنی ایسے باغوں میں جنکے نیچے سے
نہریں بہتی ہوں اور ایسے سرسبز چمنوں میں جنمیں غلمان و حوریں ہیں اور
پاکیزہ پانے کی پیالے وغیرہ موجود ہیں جسطرح وہ اعتقاد رکھتا تھا اپنے کو پاتا
ہے یہی ثواب قبر ہے - اور اگر نہیں تو ان تکالیف میں جو عذاب کے صورت
اسکو پہنچتی [illegible] جیسا کہ مخبر صادق نے [illegible] رہتا ہے اسکو عذاب قبر
کہتے ہیں - قبر فی الحقیقت اسی حالت و صورت کا نام ہے [illegible] ثواب
یا عذاب ہے - اور پھر زندہ ہونا قیامت میں [illegible] پیدائش سے [illegible]
ہیں نفس کا اس صورت [illegible] کہ جیسے ان سے نکل [illegible]
اللہ تعالی فانجہا الذی انشأہا اول مرۃ وہو بکل خلق علیم
و قولہ تعالی الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم
منہ توقدون - اس میں تشبیہ کی روشن دلیل و مثال ہے -

واللہ اعلم بالصواب و للہ الحمد والمنۃ والصلوۃ
علی نبیہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین [illegible]

[illegible]

حالاتِ مصنف

امام حجۃ الاسلام زین الدین ابو حامد محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۴۵۰ ہجری میں بمقام طوس
پیدا ہوئے [illegible] ابتدائی تعلیم [illegible] تحصیل علم آپ نے ابو حامد اسفرائنی اور
[illegible] پھر بغرض تکمیل علوم بمقام نیشاپور امام الحرمین ابو المعالی کی خدمت میں
[illegible] اصول و فروع [illegible] آپ ماہر تھے۔ آپ کی تصنیفات کا مجموعہ چار سو جلدیں
ہیں۔ احیاء العلوم آپ نے [illegible] مسائل [illegible] کی تصنیف بعد احیاء العلوم کے
[illegible] ہوئی ہے۔ تفسیر یاقوت التاویل آپ کی چالیس جلدوں [illegible] کیمیائے سعادت۔ اور بسیط۔
وسیط۔ اور وجیز۔ اور خلاصہ۔ اور مستصفیٰ۔ اور تہافۃ الفلاسفہ۔ اور محک النظر۔ اور معیار العلم۔ اور
مقاصد۔ المضنون [illegible] اور جواہر القرآن۔ اور المقصد الاسنیٰ فی شرح اسماء الحسنیٰ۔ اور مشکوٰۃ الانوار وغیرہ
آپ کی تصنیفات میں [illegible] آپ تصنیف [illegible] استاد امام الحرمین کی خدمت میں لے گئے تو انہوں
نے فرمایا [illegible] نظام الملک
[illegible] مدرسہ نظامیہ [illegible] بغداد [illegible] مدرس [illegible] وہاں عرصہ تک
درس [illegible] ایسا مقبول [illegible] آپ کے
ہوئے۔ پھر آپ نے [illegible] اختیار کیا [illegible] حج بیت اللہ سے کامیاب ہو کر
ملک شام [illegible] بیت المقدس [illegible]
[illegible] اسکندریہ [illegible] پھر جانب شام [illegible] وطن مالوف طوس [illegible] اور آخر عمر
[illegible] خانقاہ [illegible] تقسیم کیا [illegible] شنبہ
[illegible] ۵۰۵ [illegible] جمادی الآخر [illegible] رحمۃ اللہ علیہ

اشتہار کتاب

اثبات الالہام والبیعۃ [illegible] الکتاب والسنۃ

چونکہ اس زمانہ میں بعض نادان وجاہل قسم کے لوگ [illegible]
گمراہی وضلالت کو اختیار کرتے ہیں [illegible] طریقہ [illegible]
بیعت کو [illegible] سنت [illegible] موضوع [illegible] الہام کو منکر [illegible]
ایسی کتاب کی نہایت ضرورت تھی جس [illegible] جہال [illegible]
اور طریقت کے شائقین [illegible]
میں ان تمام [illegible] واقف ہو [illegible]

اس لئے لازم [illegible] قرآن و حدیث سے ثابت کر [illegible]
[illegible] برحق ہیں اور ان کے [illegible] واجب [illegible]
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بیعت کرنا [illegible]
[illegible] انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیا [illegible]
[illegible] یہ کتاب اپنے [illegible] باطل [illegible]
[illegible] کے مصنف صاحب [illegible] عالم باعمل ہیں جو علوم
منقول و معقول سے [illegible] فقہ اور حدیث کے [illegible] رشاد
[illegible] جناب مولوی عبدالحی صاحب [illegible]
[illegible] حضرات کے خطوط ہیں کتاب مذکور [illegible]
[illegible] جناب مولانا [illegible] عبدالجبار صاحب [illegible] تحریریں ہیں
[illegible] دیکھنے سے اس کی حقیقت ظاہر ہوگی اور معلوم ہو جائیگا کہ یہ کتاب [illegible] شائقین [illegible]
کرام کے لئے تو ہر بے بہا اور [illegible] دولت بے زوال ہے۔

اب بار ثالث نہایت خوشخطی وصحت کے ساتھ [illegible] طبع ہوئی ہے۔

جن حضرات کو مطلوب ہو [illegible] طلب فرماویں فقط

۱۱ تاریخ غرہ رمضان المبارک [illegible] ہجری نبوی۔

المشتہر

سید [illegible] تاجر کتب حیدرآباد دکن [illegible]

اعلان

مطبع ہذا سے متعلق ایک دکان ہے جس میں ہر قسم کی کتابیں یعنی عربی فارسی
اردو (درسی) تصوف وغیرہ زبان ہر ملک کی علاوہ ہر فن کے متعلق مطبع ہذا میں طبع ہو چکی ہیں
علیحدہ فہرست طبع ہوئی ہے بدرخواست بھیجنے فہرست مع قیمت اور نام کتب سے
مطلع ہو سکتے ہیں بقیمت ارزاں ہر کتب مل سکتے ہیں۔ جن صاحبوں کو خریدنا منظور
ہو دکان مذکورہ سے طلب فرما سکتے ہیں۔ چنانچہ منجملہ اس فہرست کے جسکا اوپر ذکر
ہے چند کتب حسب ذیل ہیں۔

نام کتب	قیمت	نام کتب	قیمت	نام کتب	قیمت
گلدستہ ہدایت لاہوتا	۸/	مجموعہ چہار مثنوی	[illegible]	مجالس قوشہ	۴/
گشتہ [illegible]	۱/	مثنوی فرید الدین عطار	۰	انیس الغریب	[illegible]
نقش حقانی	۲/	مثنوی مرآت المثنوی جلال الدین	۰	مرآت العزیزین	[illegible]
مراۃ المؤمنین	[illegible]	مثنوی کنز الرموز سید حسینی	۰	مرآت عوارف معارف	۱۲/
انوار رحمانی	[illegible]	مثنوی لسان العارفین صوفی	۰	الحق	۴/
مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم	[illegible]	کیمیائے سعادت فارسی	[illegible]	نکات تصوف	[illegible]
ارشاد الطالبین	[illegible]	ترویج المعارف	۱۲/	کلیات طبقات	[illegible]

وغیرہ وغیرہ وغیرہ

بوجہ تنگی صفحہ میں گنجائش تحریر نہیں

المشتہر سید محمد حسین [illegible]